اسلامی بینکاری کی ترویج میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل

Obstacles in the Promotion of Islamic Banking and their Solution

DOI: 10.5281/zenodo.10042466

*Zulfiqar Ahmad
*Dr.Ishfaq Ali
*Syed NAeem Badshah

Abstract

There is a review of legal, trust-deficit, implementation failure and religious disagreement obstacles in the promotion of Islamic banking. This includes a discussion on legal obstacles for Islamic banking, driving forces of Islamic banking, failure in the implementation of the actions of Islamic banking and making interest rate the standard. It is also stated there that Islamic jurisprudence has given fundamental guidelines in matters of buying and selling, etc. Whether individual or collective, it is necessary to conclude one's affairs while staying within these principles and rules.

In the end, there is investigative discussion on Islamic banks' commitment to honesty (financial penalty), mention of obstacles based on blind trust on their lawyers and representatives, customer trust and mistrust, lack of trust of customers on the staff of Islamic banks, objections from scholars, and lack of promotion in Islamic banking. The real reason for disagreement VGin the issue of Islamic banking and detailed arguments from those who are in favor and those who are against have been mentioned.

Keywords: *legal, trust-deficit, implementation, Islamic banking*

اسلامی بینکاری کی ترویج میں حائل قانونی، عدمِ اعتمادی، عدمِ نفاذی اور مذہبی اختلافی رکاوٹوں کا جائزہ ہے جس میں اسلامی بینکاری کے لیے قانونی رکاوٹیں، اسلامی بینکاری کے محرکات، اسلامی بینکاری کے اقدامات کا عدم نفاذ اور شرحِ سود کو معیار بنانا کی بحث شامل ہے کہ اور وہاں یہ بتایا گیا کہ خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات میں شریعت مطہرہ نے اصولی ہدایات دی ہیں۔ ہر موقعہ پر ان اصول و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے اپنے معاملات کو سرانجام دینا ضروری ہے۔

اسلامی بینک التزامِ تصدق (مالی جرمانہ) پر تحقیقی کلام کے ساتھ اسلامی بینک کا اپنے وکیلوں اور نمائندوں پر اندھا اعتماد، گاہکوں کے اعتماد اور عدم اعتماد پر مبنی رکاوٹوں کا تذکرہ، اسلامی بینکوں کے عملے پر گاہکوں کا عدم اعتماد، علماء اور اسکالر کے اعتراضات اور اسلامی بینکاری کی عدم ترویج، مسئلہ اسلامی بینکاری کے قائلین اور مانعین کے تفصیلی دلائل ذکر کیئے۔

....

*Ph.D Scholar, Department of Islamic Thelogy, Islamia Collage University Peshawar
**Assistant Professor, Department of Islamic Thelogy, Islamia Collage University Peshawar
***Chairman, Department of Islamic /Pak.Studies,AUP

اسلامی بینکاری کے محرکات

دینِ اسلام صرف مابعد الطبیعاتی عقائد پر مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ زندگی کو چلانے کے لیے ایک ایسا نظام بھی فراہم کرتا ہے جو انسانی سرگرمیوں کی تمام اقسام سے متعلق ہے۔اس طرح یہ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی شعبوں میں انسان کے طرز عمل کو منظم کرتا ہے۔یہ نظام واضح اور سادہ ہے اور ہر مسلمان کے ذہن پر اس کی ایک یقینی گرفت ہے کیونکہ یہ دین انسان کو اپنی زندگی کو اس کے متنوع پہلوؤں میں ڈھالنے کی تلقین کرتا ہے۔

دور حاضر میں بینک کی اہمیت' افادیت اور ضرورت سے کسی شخص کو انکار نہیں ہے۔موجودہ دور میں بینک عالمی اور قومی سطح کے علاوہ ذاتی زندگی کی حاجت ہوگئی ہے۔انہیں سب چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے علمائے کرام اور اسلام کے ماہرین معاشیات نے اسلامی بینکاری کا خاکہ پیش کیا۔اسلامی بینکاری کی ضرورت اس وجہ سے پڑی کہ عالمی سطح پر جتنے بھی غیر اسلامی بینک تھے سب کی مصنوعات و خدمات (Product & Services)کا دار و مدار سودی نظام پر تھا۔فقہائے کرام نے مسلمانوں کو سودی نظام سے محفوظ رکھنے کیلئے سودی بینکاری کا متبادل اسلامی بینکاری کو پیش کیا۔

اسلامی بینکاری کے لیے حائل قانونی رکاوٹیں

اسلامی بینکاری رفتہ رفتہ اپنی ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے۔پھر بھی اس کے راستہ میں بعض چیزیں رکاوٹ بن رہی ہیں۔اسلامی بینکاری دور حاضر میں بہت سی مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔اگر ہندوستان کی بات کریں تو ریزرو بینک آف انڈیا(RBI) نے اسلامی بینکاری کے نظام کو نافذ کرنے سے روک دیا جس کے بہت سارے وجوہات تھے۔اس میں سے ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے یہاں مذہب کے نام پر بینک قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اگر اجازت دی گئی تو ہر مذہب والے اس کا مطالبہ کریں گے۔خیر یہ تو ہندوستان کی بات تھی لکن اسلامی ملکوں میں جہاں اسلامی حکومت ہے وہاں اسلامی بینکاری کی ترقی کی راہ میں فقہی مذاہب (حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی) رکاوٹ بنتی کھائی دینے ساتھ قانونی اور حکومتی رکاوٹیں بھی ہیں اور یہ رکاوٹیں وفاقی شرعی عدالت نے قائم کئے ہیں جس میں انہوں نے سود یا کسی اور شکل میں معاوضے کے بارے میں بعض ذیلی دفعات کے مندرجات کو حذف کر دیا ہے۔مثلاً:" وفاقی شرعی عدالت نے حکم دیا ہے کہ سود یا کسی اور شکل میں معاوضے کے بارے میں ذیلی دفعات (1) اور (b) کے مندرجات کو حذف کر دیا جائے۔ہم وفاقی شریعت عدالت سے متفق ہیں کہ پر امرری نوٹ یا بل آف چینج پر معاوضہ جس کا سیکشن 79 کی ذیلی دفعات (14) اور (b) میں ذکر کیا گیا ہے، رہا ہے، اور یہ شریعت کے مطابق ناجائز ہے، اس لئے یہ دونوں ذیلی دفعات قرآن اور سنت کے اسلامی احکام سے متصادم قرار

دی گئی ہیں، کیونکہ وفاقی شریعت عدالت نے سیکشن 79 کی دفعہ (i) میں دیئے گئے مندرجات کا اچھی طرح تجزیہ نہیں کیا ہے، اس لئے اس میں ریکارڈ کئے گئے نقطہ نظر میں صحیح کی ضرورت ہے، متذکرہ بالا دفعہ (1) میں کسی پر امتزری نوٹ یا بل آف ایکسچینج کا معاوضہ شمار کرنے کے مختلف طریقے دیئے گئے ہیں، اگر ان کی بنیاد پر مارک اپ ، لیز ، ہائر پر چیز اور سروس چارج پر رکھی گئی ہو۔"[1]

حالانکہ اسلامی بینکاری میں مکمل طور پر اس طریقہ کا تخلف ہے، سود یا کسی اور شکل میں معاوضے کے بارے میں مذکورہ ذیلی دفعات قرآن اور سنت کے عملی احکام سے متصادم قرار دیئے جاتے ہیں انہیں مندرجات کا اگر اچھی طرح تصفیہ کیا جائے تو اسلامی بینکاری کے لیے اس رکاوٹ کا دفاع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس فیصلے کی بنیاد مارک آپ لیز، ہائر پر چیز اور سروس چارج کے جائز یا نا جائز ہونے پر رکھی گئی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

" شریعت عدالت نے اس کلاز کے بارے میں اپنے فیصلے کی بنیاد مارک آپ لیز، ہائر پر چیز اور سروس چارج کے جائز یا نا جائز ہونے پر رکھی ہے۔مارک آپ کو جس طرح کہ یہ اس وقت رائج ہے، وفاقی شریعت عدالت نے ناجائز قرار دیا ہے اور اسی لئے اسے حذف کر دیا گیا ہے جبکہ لیز، ہائر پر چیز اور سروس چارج کو بر قرار رکھا گیا اور انہیں اسلامی احکام سے متصادم قرار نہیں دیا گیا، سیکشن 79 اور اس کی تمام دفعات کے بغور مطالعے اور صحیح تناظر میں تجزیئے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیکشن 79 کا مقصد مارک آپ، لیز وغیرہ کے کسی سودے میں معاوضے کو جائز یا نا جائز قرار دینا نہیں ہے۔کلاز (i) کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اگر ایک بار پر امزری نوٹ یا بل آف اکیچنج ان بنیادوں پر جاری کر دیا گیا اور اگر انہیں جاری کرنے والا مدت پوری ہونے پر رقم ادا نہیں کر سکا تو عدالت نوٹ یا بل کے حامل کو اس مدت کے معاوضہ ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے، جس مدت کے دوران واجب الادا ہونے کے بعد یہ رقم ادا نہیں کی گئی۔اس نقطہ نظر سے دیکھنے سے یہ دفعہ اپنی موجودہ شکل میں مکمل طور پر اسلامی احکام کے خلاف ہے"[2]

مذکورہ رکاوت کی طرح یہی صورتِ حال کوڈ آف سول پر اسیجر 1908 کا بھی ہے جس کے بعض دفعات میں سود کا لفظ آتا ہے۔اس کے اکثر پیرا گراف اسلامی احکام سے متصادم قرار دیا گیا۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

" سول پرا سیجر کوڈ کی جن دفعات میں سود کا لفظ آتا ہے، وہ زیر بحث فیصلے میں پیرا گراف 297 سے 311 تک میں زیر بحث آئی ہیں۔پیرا گراف 304 میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ سود، مارک آپ لیز، ہائر پر چیز اور سروس چارج کے سلسلے میں نگوشی ایبل انسٹرومنٹس ایکٹ 1881 کی دفعات کا جائزہ لیتے ہوئے شریعت کی حیثیت کو بھی زیر غور لایا گیا ہے، اور سول پر اسیجر کوڈ کی دفعات پر بھی وہی خیالات عائد ہوتے ہیں، سول پر اسیجر کوڈ کی دفعات (1) 34 اور 27، (1) A34 اور (2) اور (a34) (1) B کو سود کے ناجائز ہونے کے سوال پر بحث کے بعد اسلامی

احکام سے متصادم قرار دیا گیا۔ سیکشن 34 میں کہا گیا ہے کہ جب ادائیگی کے لئے ڈگری جاری کی جائے تو عدالت ڈگری میں یہ حکم بھی دے سکتی ہے کہ اصل زر کی رقم پر اس شرح سے جو عدالت مناسب خیال کرتی ہے مقدمے کی تاریخ سے ڈگری جاری ہونے کی تاریخ تک سود ادا کیا جائے، یہ رقم اس سود کے علاوہ ہو گی جو مقدمہ شروع ہونے سے پہلے کسی رقم پر کسی بھی مدت کے لئے واجب ہو۔اس کے علاوہ فیصلہ کی گئی کل رقم پر اس شرح سے جو عدالت مناسب سمجھے ڈگری کی تاریخ سے رقم کی ادائیگی تک کی مدت کے لئے وہ مزید سود ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ سیکشن 344، آرڈیننس X 1980 کے ذریعہ نیا اضافہ ہوا ہے۔یہ سرکاری قرضوں پر سود کے بارے میں ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ

جب عدالت کی یہ رائے ہو کہ کوئی مقدمہ سرکاری قرضے پر اس سود کی ادائیگی سے بچنے کے لئے دائر کیا گیا ہے"[3]

اس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ جب ادائیگی کے لئے ڈگری جاری کی جائے تو عدالت ڈگری میں یہ حکم بھی دے سکتی ہے کہ اصل زر کی رقم پر اس شرح سے جو عدالت مناسب خیال کرتی ہے مقدمے کی تاریخ سے ڈگری جاری ہونے کی تاریخ تک سود ادا کیا جائے۔صرف بھی نہیں بلکہ جو مدعی کو یا اس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے تو عدالت اس مقدمے کو خارج کر سکتی ہے اور سرکاری واجبات پر بینک کی شرح سے مزید 2 فیصد سالانہ کی شرح سے سود ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔اس حکم کے مطابق یہ بھی ایک اہم رکاوٹ ہے جس کی وجہ بعض مشکلات سامنے آئی ہیں۔اس کے نتیجے میں اس ایکٹ کی سیکشن B34 کی ذیلی دفعات (b) اور (c)اسلامی احکام سے متصادم قرار دی جاتی ہیں۔

کورٹ کے سول پروسیجر کی مذکورہ بالا دفعات قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہیں، اس لئے ہم نے انہیں تعلیمات اسلام کے منافی قرار دیا ہے، ان دفعات میں اسلامی آبزرویشنز کی روشنی میں مناسب ترامیم کی جائیں۔اس فیصلے میں کوڈ آف سول پروسیجر کی حسب ذیل دفعات پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے:

" (1) سیکشن 2 (12) (III) سیکشن 35(3)(III) سیکشن 144(1)(IV) آرڈر (XXI) رول 11 (2) (جی) (VI) آرڈر XXL رول 38 (IV) آرڈر XXL رول 79 (3) (VII) آرڈر XXI رول 80 (3) (VIII) آرڈر XXI رول 93(IX) آرڈر XXXIV رول 2 (1) (اے) (ID)،(D)، (ی) (؟) اور (IT) (X) آرڈر XXXIV رول 2 (2) (X) آرڈر XXXIV رول XII4) آرڈر XXXIV رول 7(1) (اے) (1) اور (III) اور (سی) (I) اور (XII)(II) آرڈر XXXIV رول 7(2) (XIV) آرڈر XXXIV رول II (XY) آرڈر XXXIV رول 13 (1) (XVID) آرڈر XXXVII رول (2(XVII) آرڈر XXXIX رول 9 ان دفعات میں بھی جہاں کہیں لفظ "سوڈ" آتا ہے، اسے حذف کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا مناسب لفظ درج کیا جائے گا۔ آرڈر XXXVIL ،

رول 212(اے) اور (بی) بھی نیگوشی ایمبل انسٹرومنٹس ایکٹ 1881ء کی دفعات 79 اور 80 کی مانند ہیں اور ان کے بارے میں بھی ہماری وہی رائے ہے جو اس ایکٹ کا جائزہ لیتے وقت ہم نے ریکارڈ کی ہے۔چنانچہ ان دونوں دفعات (یعنی سب رول (اے) اور (بی) آف رول 2، آرڈر XXXVII) کو تعلیمات اسلامی کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔"[4]

اسلامی بینکاری کے حوالے سے اقدامات کا عدم نفاذ

اسلامی بینکاری کی عدم ترویج کے لیے شرعی حائل

قانون کی رو سے بینک ایک شخص کی حیثیت رکھتا ہے اور شخصِ قانونی یا شخصِ اعتباری کا یہ تصور اسلامی قانون کے لیے بالکل ہی ناقابلِ قبول ہے۔اگر بینک کو شخص مان لیا جائے تو مسئلہ حل ہوتا نہیں بلکہ اور بھی گھمبیر ہوجاتا ہے کیونکہ اس صورت میں اس شخص اور اس کے "متعلقین" کے تعلق کے بارے میں اسلامی قانون کی رو سے بعض اور سنجیدہ سوالات پیدا ہوجاتے ہیں۔

اسلامی بینکاری کے حوالہ سے جن علمائے کرام نے مثبت منہج اختیار کی ہے وہ ہمارے تحقیق کے مطابق کہاں تک درست ہے اور کہاں تک عدم درست اور یا جن لوگوں نے اس بارے میں یہ انداز اختیار کی ہے کہ اسلامی بینکاری سرے سے معدوم الاعتبار ہے اس رائے پر ہمارا تبصرہ اس باب کے آخری فصل میں ہوگا لیکن فی الحال اس باب میں اسی فصل کے تناسب سے ہم لکھتے جارہے ہیں کہ مولانا حافظ ذوالفقار علی صاحب کی کتاب "دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم" اور اس منہج پر لکھی گئی دیگر کتب کو غور سے مطالعہ کرنے سے اسلامی بینکاری جن تنقیدات کا نشانہ بنایا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1. اسٹیٹ بینک کے زیر اثر ہونا۔
2. اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ تمویل(فنانسنگ) ہے نہ کہ حقیقی اجارہ۔
3. نفع کے تعین کے لیے شرح سُود کو معیار بنانا۔
4. اسلامی بینکوں کا طریقہ بھی سودی بینکوں جیسا ہے۔
5. اسلامی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی نان رسک ہیں۔
6. نفع کی تقسیم کا جو تناسب فارم میں متعین ہوا ہے بینک اُس تناسب میں تبدیلی کا مجاز ہوتا ہے۔
7. بینک کلائنٹ کو ایسی چیز فروخت کر رہا ہوتا ہے جو اُس کے قبضے میں نہیں ہوتی۔
8. کلائنٹ بینک سے کہتا ہے کہ اگر تم یہ چیز خرید لو تو میں تم سے لے لوں گا یہ بیع معلق ہے جو صحیح نہیں۔
9. جس طرح اسلامی شراب نہیں ہو سکتی اسی طرح اسلامی بینک بھی نہیں ہو سکتا۔
10. سودی بینکاری کا متبادل صرف اور صرف شرکت و مضاربت ہے۔

11. اسلامی بینک بھی اپنی کچھ رقم اسٹیٹ بینک میں سُود پر رکھواتے ہیں۔

12. اجارے کی آئندہ اُجرت میں کمی بیشی کی جاتی ہے جو مجہول ہوتی ہے اور بوجہ جہالت یہ اُجرت حرام ہے۔

اس موضوع کے دیگر کتب کو بنیاد بنا کر ہم نے اس بینکاری کی درج ذیل چند خرابیاں لکھتے ہیں :

شرحِ سود کو معیار بنانا

خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات میں شریعت مطہرہ نے اصولی ہدایات دی ہیں۔انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی ہو ہر موقعہ پر ان اصول و ضوابط کے اندر رہتے ہوئے اپنے معاملات کو سرانجام دینا ضروری ہے۔اس بات کے پیشِ نظر اسلامی بینکنگ سسٹم کا اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے بعض معاملات شرعی اصولوں کی خلاف ہیں۔ مبیع کی قیمت یا اس کا کرایہ مقرر کرنے کے لئے مروجہ اسلامی بینک ایک متبدل (Floating) ریٹ ذکر کرتے ہیں جس کا زیادہ تر معیار "Karachi Inter Bank Offered Rate" رکھا گیا ہے جو کہ بینکوں کے آپس کے لین دین کی شرحِ سود ہوتی ہے۔اس مطلب یہ ہے کہ اس شرحِ سود کی بنیاد پر قیمت یا کرایے کی کا تعین کیا جاتا ہے اور اس کی تبدیلی سے قیمت یا کرایہ بدلتا رہے گا۔اس میں دو مفسدات ہیں :.1 مبیع کی قیمت یا کرایہ کے مقرر کرنے میں شرحِ سود کو معیار بنانے اور اس کو ذکر کرنے میں اسلام کے غیر سودی نظام سے کوئی تناسب نہیں ہے۔

.2اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی وقت اسلامی بینک کو سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی دوسرے بینکوں سے قرض لیتا ہے اور ان کو اسی حساب سے سود ادا کرتا ہے۔اس خرابی کو تسلیم کرتے ہوئے مولانا اعجاز احمد صمدانی لکھتے ہیں:

" البتہ اس کو جائز نفع کے لئے بطور معیار (Bench mark) مقرر کرنے میں چونکہ ظاہر نظر میں اس کی قدرے مشابہت سودی معاملات سے ہو جاتی ہے ، اسلئے پسندیدہ بات یہ ہے کہ اسلامی بینک اس ظاہری مشابہت سے بھی بچنے کی پوری کوشش کریں تا ہم ہمیں اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ موجودہ حالات میں اسلامی بینک شرح سود کو کیوں معیار بناتے ہیں اور اس کا متبادل تلاش کرنے میں انہیں فی الحال کن مشکلات کا سامنا ہے۔بینکوں کے باہمی شرح سود کا پس منظر یہ ہے کہ عام طور پر مختلف بینک ایک جیسے حالات میں نہیں چل رہے ہوتے ، بعض بینک ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم ہوتی ہے جبکہ بعض بینکوں کے پاس فنانس کے لئے رقم کم ہوتی ہے تو جن بینکوں کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے ، وہ ان بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں ، جن کے پاس رقم زائد ہوتی ہے، قرضہ دینے والا بینک ایک مخصوص شرح سود پر قرض دیتا ہے اسے Inter Bank Offered Rate کہا جاتا ہے یعنی بینکوں کے باہمی معاملات میں پیش کیا گیا شرح سود۔اس کا مخفف IBOR ہے۔پاکستان میں عام طور پر کراچی کے بینکوں کا شرح سود بطور پیمانہ استعمال ہوتا ہے جسے کا بور یعنی Karachi Inter Bank Offered Rate کہتے ہیں۔اگر پاکستان میں اسلامی بینک کا ئیور کو چھوڑ کر کوئی اسلامی معیار بنانا چاہیں تو ظاہر ہے کہ اسکے لئے

اسلامی بینکنگ کی ایک بڑی مارکیٹ کا وجود میں آتا ضروری ہے ، الحمد للہ، پاکستان میں بھی آہستہ آہستہ یہ مارکیٹ ترقی کر رہی ہے۔بعض معاصر علماء نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اسلامی بینک حقیقی اثاثوں کی بنیاد پر قابل تبادلہ دستاویزات (Transferable Instruments) تیار کریں جیسے کرائے پر دی گئی اشیاء اور جائیداد کے حصص۔جس بینک نے اپنے جامد اثاثے کرائے پر دیئے ہوں ، وہ ان کے حصص بنالے۔اور جس اسلامی بینک کے پاس ضرورت سے زائد نقد رقم ہو تو وہ یہ حصص ان کی صافی مالیت (Vale Net Asset) کی بنیاد پر خریدے۔(ان حصص کی صافی مالیت کا تعین وقفے وقفے سے کیا جاسکتا ہے۔اور جس اسلامی بینک کے پاس ضرورت سے زائد حصص ہوں وہ انہیں فروخت کر دے ، اس طرح ایک اسلامی انٹر بینک مارکیٹ وجود میں آجائیگی۔اسلامی بینک مرابحہ ، اجارہ اور دیگر تمویلی طریقوں میں ان حصص کی صافی مالیت کو اپنے نفع یا کرایہ کے تعین کے لئے بطور معیار (Bench mark) استعمال کر سکے گا۔اس طرح کا ئیور کا ایک شرعی متبادل سامنے آئیگا۔"[5]

چونکہ غیر سودی بینکوں نے بعض اعذار کی بناء پر سودی بینکنگ کے شرح سود کو ہی اپنے نفع(profit) کا تناسب مقرر کرنے کا معیار بنایا ہوا ہے جس کی بناپر غیر سودی بینک کے نفع کا تناسب اور سودی بینک کا شرح سود تقریباً ایک جیسا ہوتا ہے۔

اسلامی بینک التزام تصدق(مالی جرمانہ)

عصر حاضر میں بینکوں اور مالیاتی اداروں میں بالخصوص اور معاشرتی سطح پر قرض خواہوں کو بالعموم ایک پیچیدگی اور مشکل کا سامنا

ہے کہ قرضدار پیسہ لیکر واپس نہیں کرتے۔معاشرے میں بددیانتی ،کرپشن اور بےدینی کی وجہ سے صورت حال یوں ہوچلی

ہے کہ پیسہ دینے والا واپس ملنے کی امید سے مایوس ہوجاتا ہے۔اسی وجہ سےضروت مندوں کو قرضوں کے حصول میں بھی انتہائی مشکلات کا سامنا ہے۔قرض خواہوں نے تو تلاش بسیار کے بعدجب انہیں کوئی حل سجھائی نہیں دیا تو معاصر قوانین نے یہ حل تجویز کیا کہ جو مقررہ وقت پر ادا نہ کرے اس پر جرمانہ لگادیا جائے۔اور معاہدے کے وقت قرضدار اور قرض خواہ اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اگر وہ وقت پر ادا نہ کرسکا تو جتنا قرضہ لیا ہے اس سے زیادہ ادا کرے گا۔کمرشل بینکوں میں اسے سود میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ اسلامی بینک اور ادارے اسے صدقہ کہہ دیتے ہیں۔

اسلامی بینک کا اپنے وکیلوں اور نمائندوں پر اندھا اعتماد

بینک المیزان ،بینک البرکہ اور دیگر اسلامی بینکوں میں جو عملہ موجود ہے وہ عملہ City Bank (سٹی بینک) یا Hong Kong Bank (ہانگ کانگ بینک) سے مختلف نہیں ہے۔ان کی لباس وہیئت میں کوئی ایسا ظاہری تاثر نہیں ملتا جس سے اسلامی بینک عملہ کا تصور مل جائے۔جب کہ ایسے انقلابی قسم کے کاموں کی کامیابی کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو انقلابی حامل ہوں۔ محض پیشہ وروں سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی۔اس کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا اعجاز احمد صمدانی لکھتے ہیں:

" ایک اہم بات جس کی شکایت بہت سے لوگوں کو کرتے دیکھا ہے، یہ ہے کہ اسلامی بینکوں میں کام کرنے والے افراد کا لباس اور وضع وقطع بھی اسی طرح ہوتی ہے ، جس طرح کنوینشنل بینکوں میں کام کرنے والے افراد کی ہوتی ہے، اسی طرح کنوینشنل بینکوں کی طرح اسلامی بینکوں میں بے پردہ خواتین کام کرتی ہیں۔بلاشبہ یہ دونوں توجہ طلب پہلو ہیں اور اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں ممکنہ جلدی کے ساتھ مثبت قدم اٹھائیں۔اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسلامی بینک کے ساتھ معاملہ کرنے والے ڈیپازیٹرز اور کلائنٹس مناسب طریقے سے ان پر دباؤ ڈالیں تو اس کے بہت مفید اثرات سامنے آسکتے ہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک مذکورہ تبدیلی عملی طور پر نہیں آجاتی ، اس وقت تک انہیں اسلامی بینک کہنا ہی جائز نہیں صحیح بات یہ ہے کہ انہیں اسلامی بینک کہنے کا مطلب صرف اور صرف اتنا ہے کہ ان میں ہونے والے مالی معاملات شرعی اصولوں سے متصادم نہیں۔"[6]

یہ کوئی ایسا اشکال نہیں جس پر بینک کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا بنیاد رکھا جائے بلکہ یہ عوامی سطح کا اشکال ہے جس کی تدارک ممکن ہے۔مولانا اعجاز احمد صمدانی مزید لکھتے ہیں:

"اس وقت پاکستان سمیت کتنے ہی اسلامی ملکوں میں اسلامی یونیورسٹیوں یا عام یونیورسٹیوں کے کلیہ معارفِ اسلامیہ میں پینٹ شرٹ میں ملبوس اَفراد اور بے پردہ خواتین نظر آتی ہیں لیکن آج تک کسی مفتی صاحب کا ان یونیورسٹیوں کو غیر اسلامی یونیورسٹیاں یا ان کلیات کو غیر اسلامی کلیات قرار دینے کا فتویٰ احقر کی نظر سے نہیں گذرا۔اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اداروں کو اسلامی کہنے کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ان میں اسلامیات سے متعلق نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ ان اداروں میں پڑھنے والے ہر فرد کی وضع قطع بھی شریعت کے مطابق ہے۔اگر ان اداروں کو اسلامی کہنے کی
گنجائش ہے تو ان بینکوں کو بھی اسلامی کہنا ناجائز نہیں"[7]

مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب کی عبارت میں ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ اگر اس کا مراد نام دینے میں کلی طور پر مناسب ہو تو ہمیں قبول نہیں۔ نکیونکہ اس پر ہمارا کوئی بڑا اعتراض نہیں اس لیے کہ نام دینے میں کلی مناسبت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ

جزوی مناسبت بھی کافی ہوتی ہے۔ ظاہری طور وضع وہیئت تو ایک ایسا مظہر ہے جو دینی ودنیاوی دونوں اداروں کی اساسی فکر ، تعلیم و تربیت اور نصاب کے مزاج و نظام میں خاصا فرق ظاہر کرتا ہے۔

انسان کی وضع وہیئت ہی عام طور سے اس کے احساسات و رجحانات کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے معتبر اداروں میں یونیفارم پر زور دیا جاتا ہے اور یورپ اور ترکی میں عورتوں کا سکارف معرکہ آرا مسئلہ بنا ہوا ہے۔اسی لیے ہم خاصاً عرض کرتے ہیں کہ جب کسی اسلامی بینک میں غیر اسلامی وضع قطع والے عملہ کو دیکھا جاتا ہے تو دیکھنے والا یہی نتیجہ اخذ کرتا رہے گا کہ یہاں غیر اسلامی بینک کاماحول ہے سا ماحول ہے لہذا اصول بھی وہی ہوگا۔

یہاں اس سلسلے میں ہم دوسری بات یہ عرض کرتے چلے جاتے ہیں کہ موجودہ معاشرے میں غلط بیانی روزمرہ معمول کے طور پر چلتاہے۔ایسے ہی جھوٹ بیانی اور دھوکہ دہی عام معمول کا حصہ ہے۔ان حالات میں ایک اہم اور انقلابی نظام کو ایسے لوگوں کے سہارے پر چھوڑ دیا جائے تو اس نظام کی شکل کے بننے سے پہلے ہی بگڑنے کا قوی اندیشہ ہے

اسلامی بینکوں سے عوامی شکایات

مروجہ اسلامی بینکوں کے بعض طرزِہائے عمل اور رویوں سے عدم اطمنان میں اضافہ ہو جولوگ مرد سلامی بینکاری سے وابستہ رہے یا انہوں نے اکاؤنٹ کھلوائے یا اسلامی بینکوں کے ذریعہ سرمایہ کاری کی ان لوگوں کی کثیر تعداد اس نظام سے شاکی،نالاں اور غیر مطمئن ہے، ایسے تمام لوگوں کی شکایات قدر مشترک مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) اسلامی بینکوں میں اور روایتی بینکوں میں لفظ"اسلامی" کے سابقے ولا حقے کے بجز کوئی فرق نہیں، عملے سے لے کر شرح منافع تک تمام امور میں روایتی اور مروجہ اسلامی بینک یکساں ہیں۔عملہ میں " استقبالیہ" سے لے شرعی ایڈوائز کے پہلو کسی قسم کا اسلامی تشخص نظر نہیں آتا ، جس سے آنے والے کھاتہ دارو (Clients) کو اسلامی تاثر نہیں ملتا۔حالانکہ بہت سارے ادارے ایسے بھی ہیں جہاں مردوزن کا اختلاط لازمی نہیں سمجھا جاتا ، اور ان کا نظام بھی متاثر نہیں ہوتا۔

(ب) جہاں تک نفع کا تعلق ہے، اس کے لئے اپنا مستقل معیار بنانے میں ان بینکوں نے تاحال کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ شرح منافع کے تعین کا معیار سودی بینکوں کی شرح سود ہی کو بنائے ہوئے ہیں۔اس پر پیش کیا جانے والا عذر لنگ" اس معیار کو ابتدائی طور پر اختیار کر لینے کی حد تک تو پیش کیا جا سکتا ہے،مگر اسے با قاعدہ ضابطہ اور معمول بنانے کے لئے پیش کرنا عوام و خواص کے درمیان شکوک وشبہات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

(ج) مروجہ اسلامی بینکاری میں سرمایہ Capital) کا ارتکاز اور کھاتہ داروں کا استحصال روایتی بینکوں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا

ہے، مثلاً: روایتی بینکاری شرح سود کے تعین کے لئے سیکورٹی ڈپازٹ (Security Deposit) کو اصل قیمت کے ایڈوانس کے

طور پر قبول کرتی ہے اور شرح سود اصل قرضہ کی بقیہ مقدار کے حساب سے طے اور وصول کرتی ہے، جس کے نتیجہ میں کلائنٹ (Client) کو سود کی مد میں ادائیگی زیادہ نہیں کرنی پڑتی۔جب کہ اسلامی بینک سیکورٹی ڈپازٹ کو اصل قیمت میں شامل نہیں کرتا، الگ سے رکھتا ہے اور کھاتہ دار کے کل مال سے استفادہ کرتا ہے اور شرح منافع کل رقم کے حساب سے طے کرتا ہے اور اپنا حصہ وصول کرتا ہے۔نیز سیکورٹی ڈپازٹ" سے بھی استفادہ کرتا رہتا ہے، جس کے نتیجہ میں اسلامی بینکوں کے کھاتہ داروں کو روایتی بینکوں کے کھاتہ داروں سے زیادہ آدائیگی کرنا پڑتی ہے

مروجہ اسلامی بینکوں کے بعض ذمہ داران کا رویہ

اہل علم اور ارباب فتوی نے مذکورہ نوعیت کی عوامی شہادتوں اور شکایتوں کو بنیاد بنانے کی بجائے براہ راست اسلامی بینکوں سے طریقہ کار اور معاہدات کی نقول حاصل کرنے کیلئے مختلف طریقے اپنائے ، مگر انہیں پر اسپکٹس(Prospectus) یا پالیسی چارٹ (policy chart) پالیسی چارٹ اور نتائج معاملات کے ایگریمنٹ نہیں دیئے گئے حتی کہ بعض ایسے شرعی ایڈوائزر جن سے پر اصرار درخواست کی جاسکتی تھی ، ان سے جب درخواست کی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر منع کردیا کہ یہ چیزیں بینک کی امانت ہیں اور ہمیں اس امانت کا پاس رکھنے کی تاکید کی گئی ہے ، ان چیزوں کا حصول مشکل۔دریافت کرنے پر وجہ یہ معلوم ہوئی کہ پھر دوسرے بینک محنت سے بنائے ہوئے ہمارے اس نظام کو چوری کرلیں گے اور ہمارے مقاصد و اہداف میں بھی شریک ہوجائیں گے اس سے اسلامی بینکوں کو نقصان ہوگا ، یا نفع ورجحان میں کمی واقع ہوگی۔اس قسم کے اعذار کی معقولیت وغیر معقولیت سے قطع نظر اس نظام کے بارے میں شکوک و شبہات میں اضافہ تو یقینا ہوتا ہے۔

تیسری وجہ: اقتصادی ماہرین کے منصفانہ تجزیے مروجہ اسلامی بینکاری پر جب جمہور علماء حق کی طرف سے تنقیدات اور تحفظات کھل کر سامنے آنے لگے تو مروجہ اسلامی بینکوں سے وابستگان نے ہر تنقید اور تحفظ کا پہلے سے تیار شدہ ایک ہی جواب بیک زبان عوام و خواص کے درمیان عام کرنا شروع کر دیا کہ ناقدین علماء اس نظام کے بارے میں لاعلمی و جہالت کا شکار ہیں، اس لئے ناقدین کی بات قابل توجہ ہی نہیں۔حالانکہ اپنوں کی تنقید کو نصح وخیر خواہی پر حمل کیا جانا چاہئے تھا اور انہیں از راہ انصاف یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ جس اپاہچ نظام کے لئے آپ فقہ اسلامی کی بیساکھی فراہم کر رہے ہیں، یہ ناقدین اس فقہ سے اتنے لاعلم اور جاہل بھی نہیں تھے کہ ان کی بات آپ سننے اور سوچنے کے قابل نہ ہوتی۔[8]

اسلامی بینکوں کے عملے پر گاہکوں کا عدم اعتماد

اسلامی بینکنگ سے بہتر اور مثبت نتائج بر آمد نہ ہونے کے سلسلے میں دوسری بات گاہکوں کے اعتماد اور عدم اعتماد پر مبنی رکاوٹیں ہیں۔

غرض اسلامی بینکوں کے مالک اور ان کا عملہ اگر عدم اعتماد کے حامل ہے تو عام سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ سمجھنے میں حق بجانب ہے

کہ ان لوگوں نے اسلامی بینکنگ کو مشنری جذبہ سے نہیں لیا بلکہ ایک خالص پیشہ ور کی حیثیت سے لیا ہے جیسا کہ برطانیہ میں

بھی غیر مسلموں نے اسلامی بینکنگ کو اختیار کیا ہے اور یہ اپنے مفادات کے تابع ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ کسی بھی وقت یہ اپنے نظام میں من چاہی تبدیلی کر لیں۔یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو مروّجہ اسلامی بینکنگ کو مشتبہ بنا دیتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے کہ جو اپنے وجود پر اسلام نافذ کرنے کو تیار نہیں ۔

اسلامی بینکاری رائج کرنے کے لیے حیلوں کو صرف عبوری دور اور مخصوص حالات کے لیے جائز کہہ کر قبول کیا گیا تھا لیکن اب اس عبوری دور کو مستقل بنا دیا گیا ہے۔اور عدم اعتماد کا ایک وجہ یہی ہے جس کی بنا پر بعض گاہوکوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا ہوگئے۔اس سلسلے میں عرض ہے کہ مخصوص حالات تو اب بھی وہی ہیں۔اسلام دشمن عالمی اقتصادی نظام کا غلبہ وتسلط قائم ہے۔جب حق تعالیٰ اپنی قدرت اور مہربانی سے بہتر اور موزوں حالات پیدا فرما دیں گے تو عبوری دور بھی ختم ہو جائے گا۔

دینی اور اعتقادی سوچ رکھنے والے لوگو ں کو اسلامی بینکاری کے حوالے سے سب سے زیادہ جو امر پریشان کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے سرمایہ داروں کو ہی اصل فائدہ ہوتا ہے اور اس سے سرمایہ داری کو ہی فروغ مل رہا ہے اور اس سے غربا کے مسائل حل نہیں ہوتے۔اس بارے میں عرض ہے کہ سرمایے کے ارتکاز کو روکنے اور غربا کے مسائل حل کرنے کے لیے مکمل اقتصادی نظام کی ضرورت ہے اور پھر اس نظام کی کامیابی کے لیے بہت سی حکومتی اور معاشرتی باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

مثلاً ایک اہم بات یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنے سرمایے کے پورے حساب کتاب کے ساتھ باقاعدگی سے زکوۃ ادا کرتے ہوں، لیکن عام طور پر بڑے سرمایہ دار اور چھوٹے مالدار ایسا نہیں کرتے۔پھر اسلامی بینکنگ سے وابستہ تمام لوگوں سے شریعت کی مکمل پابندی کی بہت زیادہ توقعات وابستہ کر لی گئی ہیں۔ کاش کہ وہ ان توقعات پر پورا اُتریں، لیکن عام معاشرتی زندگی میں دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں سے بمشکل چار پانچ فیصد لوگ نماز روزہ کے پابند ہونے کی وجہ سے دیندار سمجھے جاتے ہیں، پھر ان چار پانچ فیصد میں سے بمشکل ایک فیصد بھی نہیں بنتے جو لین

دین میں، کاروباری معاملات میں، وراثت کی تقسیم میں، اور اپنی آمدنی و اخراجات (زکوٰۃ کی باقاعدگی سے ادائیگی) میں شریعت کی مکمل پابندی کرتے ہوں۔

ایسی صورت میں صرف اسلامی بینکنگ سے وابستہ تمام لوگوں سے توقعات پر پورا اُترنے کی اُمید رکھنا صورت حال کا حقیقی تجزیہ معلوم نہیں ہوتا۔ان کو شریعت کی مکمل پابندی پر تیار کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور ایسی کوشش کرتے رہنا چاہیے، لیکن کسی کو پابند کرنا آسان نہیں ہوتا۔خالص دینی معاملات میں دینی منصب پر فائز حضرات کو بھی پابند کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔

علماء اور اسکالر کے اعتراضات اور اسلامی بینکاری کی عدم ترویج

اسلامی بینکاری کی عدم ترویج کا مسئلہ

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ دین اسلام میں عام طور پر چار فقہی مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی ترویج ہے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ مذاہب اربعہ سب حق پر ہیں ارو چاروں راستے راہ حق پر ہیں۔ان چاروں مذاہب کا جس طرح عبادات میں اختلاف ہے اسی طرح دنیوی امور و معاملات میں بھی ہے۔در اصل یہ اختلاف اصولی نہیں ہے بلکہ فروعی ہے کیونکہ تمام ائمہ

مذاہب کیلئے مسائل استنباط کرنے کا مرجع و ماخذ قرآن و حدیث اور اجماع وقیاس ہے۔

چاروں مذاہب کے نزدیک سود حرام ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔لیکن علت ربا ہر مذہب میں الگ الگ ہے۔احناف کے نزدیک ربا کی علت قدر مع الجنس ہے۔مالکیہ کے نزدیک حرام ہونے کی علت قوت اور ادخار ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک سونا چاندی میں ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم ہے یعنی وہ چیز کھانے کے لائق ہو۔اور حنبلی مذہب کی مشہور روایت میں حرام ہونے کی علات قدر مع الجنس اور ایک اور روایت شافعی مذہب کے مطابق ہے۔[9]

مسئلہ اسلامی بینکاری میں اختلاف کا اصل وجہ

اب ان تمام امور کے پیش نظر اگر اسلامی بینکاری اپنی مصنوعات و خدمات کے لحاظ سے کسی ایک مذہب کی رو سے جائز ہو گا تو باقی دیگر مذاہب کے مطابق ناجائز ہو گا اور کچھ چیزیں باقی مذاہب میں جائز ہوں گی تو وہی چیزیں دیگر مذاہب میں ناجائز ہوں گی۔اسی کے پیش نظر بعض علمائے کرام نے اس کا مجوزہ حل الانتقال بین المذاہب پیش کیا ہے۔

چونکہ نظام بینکاری اپنی اہم خدمات عالمی سطح پر انجام دیتی ہے اس وجہ سے ایک ہی مذہب کے مطابق تمام مسئلوں کا حل تلاش دشوار ہے۔کیونکہ ایک ہی ملک میں کبھی چاروں مذاہب کے پیروکار ہوں گے اور تمام مذاہب کے فقہائے کرام اپنے اپنے مذہب کے مطابق بینک کی مصنوعات و خدمات کو پرکھیں گے تو بعض کے نزدیک جائز ہو گا تو بعض کے نزدیک ناجائز۔

عصر حاضر میں اسلامی بینکاری کا نظام عمومی طور سے مضاربہ' مشارکہ اور مرابحہ کے اصولوں پر مبنی ہے۔اس میں بھی بعض طریقے ایسے ہیں جو کہ عندالبعض صحیح ہے جب کہ دوسروں کے نزدیک صحیح بہیں۔علماء کرام جب احکام شریعت کی تشریحات میں مختلف ہوتے ہیں تو اس سے عام لوگوں میں اسلامی بینکاری کے نظام کو لیکر شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔جس سے لوگوں کے اذہان میں یہ تخیل پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے شرعی احکام عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔اور ساتھ یہ فکر بھی پیدا ہوتی ہے کہ علماء کرام نے اسلامی بینکاری کے کن کن چیزوں کو جائز قرار دیئے ہیں اور کن کن چیزوں کو ناجائز ٹھہرائے ہیں' ان سب وجوہات کے بنا پر لوگوں میں اسلامی بینکاری کو لیکر کے ابہام پیدا ہوجاتا ہے۔

مجوزین علماء کے نزدیک اسلامی بینکاری کی راہ مسلکی دشواریوں کا واحد حل الانتقال بین المذاہب ہے۔البتہ مذاہب اربعہ کے ائمہ عظام نے اسلامی بینکاری کے جن جن مصنوعات و خدمات کو جائز قرار دیا ہے اس کو ہمیشہ کیلئے جائز قرار دینا چاہئے۔ایسا نہ ہو کہ اسلامی بینک کا یہ طریقہ فلاں مذہب کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اسلامی بینکاری کے قائلین کا موقف

مجوزین کے ہاں مروجہ اسلامی بینکاری میں موجود "اسلامی" لفظ غیر اسلامی بینکوں کے امتیازی نوعیت کے حامل ہے جبکہ عدم جواز کے قائلین کے خیال میں اس مروجہ اسلامی بینکاری میں ابھی تک یہ لفظ اس نظام کو دوست ماننے کے لیے کافی نہیں ہے۔ثمرہ اخلاف یوں ظاہر کی جاسکتی ہے کہ مجوزین کے نزدیک اسے جاری رہنا چاہیے جبکہ ناقدین کے خیال میں یہ جدوجہد احیائے اسلام کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اسے لازماً ترک کرنا ہوگا۔ناقدین اسلامی بینکاری کے دونوں گروہوں کا مجوزین سے اختلاف کرنے میں نوعیت اختلاف کا فرق درحقیقت اس بنا پر ہے کہ اسلامی بینکاری کا تنقیدی مطالعہ کرتے وقت تین سطحوں پر گفتگو کرنا ممکن ہے جو درج ذیل ہیں:

1. اسلامی بینکنگ اور سودی بینکنگ سسٹم کا جائزہ:

جس کے ذریعہ یہ ثابت ہوجائے کہ اسلامی بینک اور سودی بینکنگ کے مقاصد میں کیا تعلق ہے، کیا یہ دونوں کسی ایک ہی نظام زندگی کے مقاصد حاصل کرنے کے دو مختلف وسائل ہیں یا ان کے مقاصد میں کوئی تفریق موجود ہے۔ اس تحقیق میں اسلامی بینکاری کو جزوی طور پر نہیں بلکہ ایک بڑے نظامہائے زندگی کے ایک زاویے کے طور پر جانچ کر یہ ثابت کی جاتی ہے کہ آیا اس طریقہ کار سے شرعی مقاصد کا حصول ممکن ہے کہ نہیں۔؟

2. اسلامی بینکاری کے امکانات کا جائزہ:

یعنی یہ تحقیق کرنا کہ آیا موجودہ بینکاری نظام کا اسلام میں کوئی طریقہ ممکن ہے یا نہیں۔اس تحقیق میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ بینکاری سسٹم اصولی طور پر ہے کیا؟ کیا واقعی بینک ایک زری ثالث (financial intermediary) ہوتا ہے جیسا کہ مجوزین اسلامی بینکاری کا خیال ہے؟ اگر اس کی حقیقت اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو کیا اسے اسلامی بنانا ممکن ہے؟

3. اسلامی بینکاری کے طریقہ کاروبار کا فقہی جائزہ:

اس سطح پر جزواً جزواً یہ دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلامی بینک جو زری سروسز اور پراڈکٹس (Financial products and services) مہیا کررہے ہیں، وہ قواعد شریعہ کی شرائط پر پورا اترتی ہیں یا نہیں۔اس تجزیے میں اسلامی اور مروجہ بینکاری نظام کا اس اعتبار سے تطبیقی موازنہ بھی کیا جاتا ہے کہ آیا واقعی اسلامی بینک موجودہ بینکاری نظام سے علیحدہ کوئی کام کر بھی رہے ہیں یا محض 'نئی بوتل میں پرانی شراب' والا معاملہ ہے۔گویا یہاں بحث کا مرکزی نکتہ 'جزو' ہوتا ہے۔ناقدین کی وہ اکثریت جو اپنے مقدمات میں مجوزین کے مماثل ہے، درحقیقت پہلی دونوں سطحوں سے سہو نظر (by pass) کرتے ہوئے اپنی تنقید کی بنیاد اس تیسری سطح پر رکھتی ہے۔گویا مجوزین اور ناقدین کی اس اکثریت کے درمیان قدر مشترک تنقید کی اول دو نوں سطحوں کو نظر انداز کرنا ہے۔جواز اور عدم جواز کا سارا تعلق اسی کے ساتھ ہے۔

مجوزین کے نزدیک اسلامی بینکنگ سسٹم کے موجودہ طریقے مثالی نہیں البتہ ان کے نزدیک جائز ہیں۔ہمارے نزدیک بھی یہ ایک مسلم حقیقت ہے اور اس سے کسی بھی اہل علم نے انکار نہیں کیا ہے کہ اس معاشرے میں اسلامی نظام معیشت کے مثبت اثرات اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتے جب تک ہماری تجارتی سرگرمیوں کی بنیاد اسلامی اصول کے مطابق نہ ہو۔یہی بات مولانا اعجاز احمد صمدانی لکھتے ہیں:

" یہ ایک حقیقت ہے اور اہل علم کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو بھی اس سے انکار نہیں کہ معاشرے میں اسلامی نظام

معیشت کے نمایاں اثرات اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتے جب تک ہماری تجارتی سرگرمیوں کی بنیاد مشارکہ و مضاربہ پر نہ ہو۔اسلام کا نظام تقسیم دولت جس طرح زکوۃ ، عشر، صدقات کی ادائیگی اور میراث کی تقسیم کی صورت میں اپنی حقانیت کا لوہا منوارہا ہے، اسی طرح اگر تجارتی سرگرمیوں میں مشارکہ و مضاربہ کو بنیاد بنایا جائے تو اس کے بہترین نتائج سامنے آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مشارکہ و مضاربہ کے علاوہ کسی اور صورت کو اختیار کر کے کاروبار کرنا بالکل جائز ہی نہیں، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے کسی بھی طریقے سے کاروبار کیا جائے تو اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔لہٰذا اگر موجودہ اسلامی بینکوں

میں مرابحہ، اجارہ اور مشارکہ متناقصہ وغیرہ تمویلی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور ان میں شرعی حدود و قیود کی پابندی کی جاتی ہے تو اسے محض اس وجہ سے ناجائز و حرام کہنا درست نہیں کہ یہ شرکت اور مضاربت سے ہٹ کر طریقہ ہائے تمویل ہیں البتہ اسلامی بینکوں کو مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر فنانس کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ان پسندیدہ تمویلی طریقوں سے تقسیم دولت کا ایک متوازن نظام وجود میں آتا ہے۔"[10]

اس نظامِ بینکاری پر کئے جانے والے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلامی بینک اپنے ڈیپازیٹرز کو تقریباً اتنا ہی نفع دیتے ہیں جتنا کوینشنل بینک اپنے ڈیپازیٹرز کو نفع دیتے ہیں، یہ مماثلت ظاہر کرتی ہے کہ دونوں ایک سسٹم ہیں۔اس کا رد کرتے ہوئے مولانا اعجاز احمد صمدانی لکھتے ہیں:

" اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ شریعت نے کہیں بھی نفع کی مقدار کو کسی عقد کے جائز ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد نہیں بنایا۔ نفع کی تعیین فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑی گئی ہے۔اس لئے اگر اسلامی بینک اپنے ڈیپاز میٹرک اتناہی نفع دیں جتنا کنوینشنل بینک دیتے ہیں تو یہ کیوں قابل اعتراض ہے؟ لیکن ہم ذرا گہرائی میں جا کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ مماثلت کیوں ہے؟ اسلامی بینک اس وقت تمویل کے لئے عام طور پر مرابحہ، اجارہ، شرکت متناقصہ، سلم اور استصناع کا طریقہ کار اختیار کر رہے ہیں، ان تمام تمویلی طریقوں میں بینک کوئی چیز خرید کر اس پر متعین نفع رکھ کر آگے بیچتا ہے یا متعین نفع ذہن میں رکھ کر اس کا کرایہ متعین کرتا ہے۔فی الوقت اسلامی بینکنگ کنوینشنل بینکنگ کے متوازی سسٹم کے طور پر چل رہی ہے اور دونوں میں کشمکش انتہائی عروج پر ہے۔عام طور پر اسلامی بینکوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ کم و بیش اتنا نفع اپنی بیع اور اجارہ میں وصول کریں جتنا کنوینشنل بینک سودی قرضہ میں سود وصول کر رہے ہیں، تاکہ کسٹمرز کے لئے اسلامی بینکوں کے ساتھ معاملہ کرنا آسان ہو اور وہ اسلامک بینکنگ کی طرف راغب ہوسکیں، ورنہ اگر اسلامی بینک عام مارکیٹ سے قطع نظر زیادہ نفع وصول کریں تو یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ اسلامی بینکنگ بہت مہنگی ہے اور نا قابل عمل ہے اور اگر کم نفع وصول کریں تو ڈیپازیٹرز کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جائے گا کہ اسلامی بینک ڈیپازیٹرز کو معمولی نفع دیتے ہیں جبکہ کونیشنل بینک ڈیپازٹ پر سود زیادہ ادا کرتے ہیں۔ان سوالات سے بچنے کے لئے متوازی کنویشنل بینکنگ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اور لوگوں کو اسلامی بینکنگ کی طرف راغب کرنے کے لئے اسلامی بینک اپنی بیع اور اجارہ میں کم و بیش اتنا ہی نفع وصول کرتے ہیں جتنا کنوینشنل بینک سودی قرضہ پر وصول کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنا نفع کمایا جائے گا اس کی وجہ سے بینک اور ڈیپازیٹر کو بھی کم و بیش اتنا ہی نفع ملے گا جتنا نفع کن نیشنل بینک اپنے ڈیپازیٹر کو سود ادا کرتے ہیں۔یہ اس مماثلت کا پس منظر ہے، لیکن پیچھے عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر طریقہ کار درست ہو تو محض اس مماثلت کی وجہ سے کسی سسٹم کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔"[11]

کیا سودی بینکاری کا متبادل ممکن ہے؟

سب سے اول تو یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ سودی بینکنگ سسٹم کے متبادل اسلامی بینکاری یا غیر سودی بینکاری کیلئے متبادل طریقوں کی تلاش ضروری یا کم از کم مستحسن ہے یا نہیں ؟ کیونکہ اگر کسی اسلامی بینک یا غیر سودی بینک کا تصور جڑ بنیاد ہی سے غلط ہو تو پھر اُسکے طریق کار کی بحث بالکل فضول ہو جاتی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

" اب جو تنقیدیں سامنے آئی ہیں، اُن میں سودی بینکاری کے متبادل کے بارے میں مختلف اور متضاد موقف اختیار کئے گئے ہیں۔ایک موقف تو یہ ہے کہ بینک اور اسلام دو متضاد حقیقتیں ہیں، اور یہ کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ کسی جگہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح اسلامی شراب اور اسلامی جوا نہیں ہو سکتا، اسی طرح اسلامی بینک بھی نہیں ہو سکتا۔ اور کہیں فرمایا گیا ہے کہ متبادل پیش کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے، کسی اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ سودی بینکاری کا متبادل شرکت اور مضاربت ہے، لیکن بہ حالات موجودہ اس پر عمل محال کے درجے میں ہے، اور کہیں فرمایا گیا ہے کہ ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ان باتوں کے باہمی تضاد سے قطع نظر، یہ سوال قابل جواب ضرور ہے کہ کیا ہم دنیا کی ہر ناجائز چیز کا متبادل پیش کرنے کے مکلف ہیں؟ یہ سوال آج پہلی بار سامنے نہیں آیا، بلکہ اس پر پوری سنجیدگی سے غور کیا گیا ہے۔"[12]

مشاہدہ ہے اگر موجودہ بینکنگ سسٹم صحیح طریقہ سے جائزہ لیا جائے تو اُن کے بہت سے کام انسانی ضرورت بن چکے ہیں۔ آج ہر وہ شخص جسکے پاس بچت کی کوئی رقم ہے، وہ اُسے بینکوں میں رکھوانے پر تقریباً مجبور ہے، اگر یہ ضرورت نہ ہوتی تو کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کو جائز نہ کہا جاتا۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"میں نے خود اسلام اور جدید معیشت وتجارت میں اس پر بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیزیں کسی حقیقی انسانی ضرورت کی بنیاد پر وجود میں نہیں آئیں، انکا کوئی متبادل تلاش کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، اور نہ ہم اُس کے مکلف ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی لائری اور سے کا متبادل مانگے تو ہمیں کوئی متبادل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ان کا انسان کی حقیقی ضرورت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ صرف عیاشی کے کام ہیں۔لیکن جو چیز انسانی ضرورت میں داخل ہو، یا داخل ہو چکی ہو ، لیکن اُسے حاصل کرنے کے لئے طریقہ غلط اور ناجائز اختیار کر لیا گیا ہو، اُس کے لئے متبادل جائز طریقہ تلاش کرنا نہ صرف مستحسن بلکہ کم از کم مسنون ضرور ہے(الی ان قال) اسی طرح بین الاقوامی تجارت میں بینکوں سے کوئی تاجر مستغنی نہیں ہو سکتا ، رقوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہوں تک بھجوانے کے لئے بینکوں کے سوا کوئی محفوظ راستہ نہیں ہے۔اس کے علاوہ لوگوں کی بچتیں ایک جگہ جمع کر کے ان کو ملک کی صنعت و تجارت میں استعمال کرنا بذات خود ایک درست مقصد ہے، لیکن ان تمام جائز مقاصد کے لئے

سود کا جو راستہ اختیار کیا گیا ہے، وہ حرام اور مضر ہے، اس لئے ہم ایسا راستہ تلاش کرنے کے مکلف ہیں جس کے ذریعے سود کی حرمت سے بچ کر وہ جائز مقاصد حاصل کئے جاسکیں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے"[13]

مجوزین کے لیے کچھ حائل رکاوٹیں

ہمارے تحقیق کے مطابق مجوزین کے نزدیک بینک محض ایک زری ثالث (financial intermediary) ہے جس کا م بنیادی مقصد بچتوں اور سرمایہ کاری میں ارتباط پیدا کرنا ہوتا ہے۔ان کے بزعم موجودہ بینکنگ میں اصل فساد کی سبب یہ ہے کہ اس ارتباط کے قیام کے لیے وہ سود کا راستہ کھولتی ہے۔اس وجہ سے اگر اس کے طریقہ کار کی تصحیح کر کے اس ارتباط کو سود کے بجائے "شرکت و مضاربت" وغیرہ کے اصولوں پر قائم کردیا جائے تو بینک کو صحیح طریقہ پر چلانا ممکن ہو گا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بینکنگ کا یہ سوچ اور تھیوری درست نہیں اور نہ ہی بینکنگ کو مشارکت وغیرہ کے اصولوں پر چلانا ممکن ہے۔بینکنگ کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجوزین مسئلے کی اصل بنیاد تک پہنچ نہ سکے اور اس ظاہر بینی کا خسارہ یہ ہوا کہ سرمایہ داری کے سب سے بڑے ادارے یعنی بینک کو اسلامی لبادہ اوڑھادیا گیا۔چنانچہ اسلامی بینکاری پر تنقید کے درج بالا ڈھانچے کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ مجوزین اسلامی بینکاری قسم کی غلطی شکار ہوئے جو درج ذیل ہیں:

1. ایک جانب جب وہ اسلامی قوانین پر چلانے کے لیے"سودی بینکنگ کا متبادل کیا ہے" کا سوال اٹھا کر اس کا حل پیش کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں تو اپنے مقصد کے اعتبار سے ایک غیر معتبر سوال اٹھا کر اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے وہ بے جا تکلفات اٹھاتے ہیں۔
2. اور دوسری طرف اس کا متبادل دینے کی کوشش میں بھی وہ پوری تحقیق سے کام لیے "بغیر بینکنگ کیا ہے" کا ایک غلط جواب دے کر اپنی عمارت قائم کرتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں مجوزین کا سوال اور جواب دونوں ہی غلط ہیں۔کیونکہ مروجہ اسلامی بنکاری مکمل طور پر غیر سودی نہیں ہے۔

مزید عدم جواز کے قائلین مروجہ اسلامی بینکاری کو سودی نظام کا حصہ قرار دینے اور عدم جواز کی بنیادی طور پر دو وجوہات رکھتے اور وہ یہ ہیں:

1. اسلامی بینکاری کے لیے جو فقہی بنیادیں فراہم کی گئی تھیں عملی طور پر مروجہ اسلامی بینکاری کا نظام ان فراہم کردہ بنیادوں پر نہیں چل رہا۔جس کی وجہ سے روایتی بینکاری اور مروجہ اسلامی بینکاری میں کوئی فرق اور خاص امتیاز نہیں رہا۔

2. دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو جن فقہی بنیادوں پر مذکورہ نظام کو قائم کیا گیا وہ بنیادیں اور اصطلاحات بھی سقم سے خالی نہیں، کئی فقہی اصطلاحات میں قطع وبرید کی گئی ضعیف اور مرجوح اقوال پر اعتماد و انحصار کیا گیا بغیر ضرورت مذہب غیر کی جانب جانے کو مباح سمجھا گیا وغیرہ۔[14]

اس طرح کی کئی وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے مروجہ اسلامی بینکاری کو روایتی سودی بینکاری کے مقابلے میں

مسلمانوں کے حق میں زیادہ نقصان دہ سمجھا اس لیے اس کے ناجائز ہونے اور اس سے بچنے کا مکمل اہتمام کرنے کا فتویٰ دیا۔

اس کے مقابلے میں مجوزین سرمایہ داری کو انسانی تقاضوں کا ارتقائی معاملہ قرار دیتے ہیں ،اسی لیے وہ ہر سرمایہ دارانہ شعبے میں اسلام کاری ممکن سمجھتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مجوزین کا طرز و طریقہ کار یہ ہے کہ وہ بینکاری نظام میں جاری لین دین کی مخصوص شکلوں(transactions forms) کی تصحیح کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن وہ لین دین جس معاشی ماحول اور حالات میں ہو رہی ہیں، اس سے یکسر سہو نظر کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے مطابق اس معاشی ماحول (economic environment) کا درست تجزیہ کرنے کی کوشش کی جائے جس کے مطابق بینک کا وجود متصور ہو جائے اور یہ کرنے کی سعی کی جائے کہ آیا اس معاشی ماحول کو ختم کر دینے کے بعد بھی بینکاری ممکن رہتی ہے یا نہیں، نیز کیا اس معاشی ماحول کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

پھر بینک کے اندر اسلامی تصور کا امکان ثابت کرنے کے لیے دو شرائط کا پورا ہونا لازم ہے:

1. یہ ثابت کی جائے کہ fractional reserve banking اور اس کے ثمرہ میں جاری ہونے والا نظام زر از روئے شریعت جائز ہے۔
2. بینک کے سود کو شرکت و مضاربت کے اصولوں سے تبدیل کرنا ممکن بنالیں۔

لیکن دیکھا گیا ہے کہ اسلامی بینکنگ سسٹم میں ان دونوں شرائط میں سے اول شرط نظر انداز کرتے ہوئے بحث کا پورا رخ سود کو منفعت سے بدل کر دینے کی طرف دھکیل دیتے ہیں حالانکہ اس دوسری بحث کی باری تب آتی ہے جب اول شرط پوری ہونا ممکن ہو۔ حقیقت میں اول شرط کا ربط اس معاشی ماحول سے ہے جس میں بینکاری ممکن ہو پاتی ہے۔

قائلین اور عدم قائلین کے درمیان تقابل مروجہ اسلامی بینکاری کا ابتدائی ڈھانچہ کھڑا کرنے کے لئے چھ اسلامی ستونوں کا سہارا لیا گیا یعنی:

1. مضاربہ،2. مشارکہ،3. مرابحہ،4. اجارہ،5. سلم،6. استصناع

ان چھ عقودی ستونوں کے علاوہ مروجہ بینکاری نظام میں" کمپنی تصور "کے مطابق شخص قانونی“ (Juristic person) کا ستون بھی مستعار لیا گیا ہے۔”اسلامی بینکاری کا یہ ڈھانچہ ، ہوس زر کی آندھیوں کی وجہ سے گھوم کر اس وقت مرابحہ، اجارہ ، شرکت متناقصہ اور شخص قانونی جیسی غیر مرئی طاقت پر ٹکا ہوا ہے۔تاہم یہ ساری عقودی (Transaction) اصطلاحیں بینکاری کے لئے استعمال ہوئی ہیں ۔[15]

روجہ اسلامی بینکاری اورجمہور علماء کے مؤقف کا خلاصہ اور اسلامی بینکاری کی عدم ترویج

مروجہ اسلامی بینکاری نظام کو جمہور اہل علم نے خلاف شریعت قرار دیاہے اس پر کبھی انہوں نے مجوزین سے اتفقا نہیں کیا ہے۔

اسلامی بینکاری نظام کومانعین غیر اسلامی نظام سمجھتے ہیں، بلکہ بعض اعتبارات سے سے اس بینکاری نظام کو روایتی بینکاری نظام سے نسبتاً زیادہ مضر اور غیر جائز سمجھتے ہیں ۔مانعین کہتے ہیں اس نظام کو غیر اسلامی قرار دینے کی دو اساسی وجاجوہات ہیں ہیں:

1. مروجہ اسلامی بینک مجوزہ اسلامی طریقہ ٔکار پر کار بند نہیں۔
2. جو مجوزہ طریقہ ٔکار برائے تمویل طے پایا تھا ،وہ طریقہ بھی شرعی اعتبار سے کئی نقائص کا حامل ہے۔جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ

مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوِّزین نے جو فقہی بنیادیں، مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے مسلم بینکاروں کو فراہم کی تھیں اور جن شرائط کے ساتھ فراہم کی گئی تھیں' عملی طور پر مروجہ بینکاری نظام فراہم کردہ بنیادوں پر نہیں چل رہا، بلکہ ان اسلامی بنیادوں کو ان کے مطلوبہ معیارات پر بھی استعمال نہیں کیا جارہا، جس کے نتیجہ میں مروجہ اسلامی بینکاری، روایتی بینکاری سے اپنا جداگانہ اسلامی تشخص قائم کرنے میں شروع سے ناکام چلی آرہی ہے اور ایسے نازک طریقوں پر پیش قدمی کررہی ہے کہ جن طریقوں پر چلتے ہوئے اسلامی بینکاری روایتی بینکاری سے قطعاً ممتاز نہیں ہوسکتی ،جس کی وجہ سے آخری نتیجہ مادی طور پر سودی معاملات سے مختلف نہیں ہو رہا' اس پر تین ناقابل تردید شہادتیں ملاحظہ ہوں:

پہلی شہادت

مروجہ اسلامی بینکوں کے مجوزین علماء کرام اورمروجہ اسلامی بینکاری سے وابستہ حضرات یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کی حقیقی اور اصلی بنیادیں ”شرکت اور مضاربت “ہیں اورمروجہ ”مرابحہ واجارہ“ محض حیلے ہیں، جنہیں محدود وقت اور عبوری دور کے لئے مشروط طور پر جائز اور قابل عمل قرار دیا گیا تھا، مروجہ ”مرابحہ واجارہ“

بالاتفاق اسلامی بینکاری کی مستقل مثالی بنیادیں ہرگز نہیں ہیں، بلکہ انہیں مستقل بنیاد بنانا بھی سودی حیلہ ہونے کی بناء پر ناجائز اور خلاف شرع ہے، مگر اس کے باوجود ہمارے بینکار حضرات "شرکت ومضاربت" کی بجائے مروجہ "اجارہ ومرابحہ" پر جم کر بیٹھ چکے ہیں اور ان کے خطرناک ہونے اور سودی حیلہ ہونے اور روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال ہونے' نیز مادی طور پر سودی معاملہ ہونے کے باوجود ان حیلوں کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، کیونکہ مروجہ" اجارہ ومرابحہ" کوروایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال کرنے سے بعینہ روایتی بینکاری کی شکل وصورت اور خاصیت وافادیت کا نتیجہ برآمد ہوتاہے' جو ہر بینکار کے لئے قابل قبول ہے' اس کے مقابلہ میں "شرکت ومضاربت" کا عنصر اسلامی بینکوں میں قلیل کالمعدوم کے درجہ میں ہے اور نفع و نقصان میں شرکت کے اسلامی اصولوں کی وجہ سے شرکت ومضاربت مروجہ بینکوں کے لئے کسی قسم کی دلچسپی کا ذریعہ نہیں ہیں' اس لئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری اپنی فراہم کردہ اصل بنیادوں سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ اس کا اصل بنیادوں کی طرف بڑھنا" محال" کے درجہ میں صاف نظر آرہاہے۔کیونکہ اسلامی بینک کی حقیقی بنیادیں ایک طرف جب کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا رُخ مخالف سمت میں ہے۔

دوسری شہادت

یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے پشتیباں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم جن کے فتویٰ اور شخصیت پر

اس سلسلہ میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ اس بینکاری نظام سے سخت نالاں اور مایوس ہیں جس کا اظہار انہوں نے مختلف تحریروں اور بیانات میں فرمایا ہے، انہی مایوسیوں کے نتیجہ میں وہ اس نظام سے رفتہ رفتہ دورہونے کا عندیہ بھی دے رہے ہیں اور برملا یہ ارشاد بھی فرماچکے ہیں کہ" مروجہ اسلامی بینکاری کاپہیہ اب الٹا چلنے لگا ہے"۔

جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا جاسکتا کہ مروجہ اسلامی بینکاری کو شروع سے غیر اسلامی کہنے والے حضرات کے خدشات اور اندیشے تو بالکل درست ہی ہیں' اس پر مستزاد یہ کہ جو حضرات ان بینکوں کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگ ہونے کی توقع کررہے تھے اوراسلامی بینکاری سے نیک خواہشات وابستہ کئے ہوئے تھے، وہ بھی اس کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگی کا تصور اب محض ایک ادھورا خواب سمجھنے پر مجبور ہورہے ہیں، اگر مروجہ اسلامی بینک اپنے مجوزہ مطلوبہ شرعی معیار پر کام کر رہے ہوتے تو ہمارے ان بزرگوں کو مایوسیوں کا سامنا ہوتا ،نہ ہمارے بینکار حضرات کو ان کے شکوے سننے پڑتے۔

تیسری شہادت

ان لا تعداد عوام الناس اور دانشوروں کی ہے جنہوں نے روایتی اور مروجہ اسلامی دونوں بینکوں سے اپنے معاملات رکھے ،مگر وہ کسی بھی طور پر دونوں کے درمیان کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ فرق بھی تلاش بسیار کے باوجود محسوس نہیں کرپائے' حالانکہ اس طبقہ میں ایک عام اکاؤنٹ ہولڈر سے لے کر بڑے سے بڑے اقتصادی ماہرین اور نامور بینکار حضرات تک بھی شامل ہیں' جن کے بارے میں بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بینکاری نظام، اس کی باریکیوں اور اکائیوں سے اتنی گہرائی اور گیرائی کا تعلق رکھتے ہیں کہ اس میدان میں ان کی معلومات کا پہلا زینہ ہمارے جدید اسلامی بینکاروں کی آخری منزل کے بعد شروع ہوتاہے، ان ماہرین نے بینکاری نظام، صرف رسائل وجرائد یا اسباق ودروس کے ذریعہ نہیں سیکھا، بلکہ ان کی زندگی کا کارآمد عرصہ ان بینکوں میں گذرا ہے' اس کے باوجود انہیں روایتی اور اسلامی بینکوں کے درمیان چند اسلامی اصطلاحوں کے علاوہ کوئی فرق محسوس نہیں ہوسکا، جو اس بات پر شہادت ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا عملی طریقہ کار' فراہم کردہ اسلامی بنیادوں کی بجائے روایتی بینکوں کے سرمایہ کاری کے طریقوں پر چل رہاہے' اس لئے روایتی اور اسلامی بینکوں میں صرف چند اصطلاحوں کا لفظی فرق ہے ، عملی طریقہ کار اور اہداف واغراض میں دونوں یکساں ہیں۔[16]

مانعین نے اس نظام کو غیر اسلامی قرار دینے کی جو دو اساسی وجاجوہات بتلائے تھے ان میں سے دوسری وجہ کی تفصیل بھی درج ذیل ہیں:

روجہ اسلامی بینکاری کو خلاف اسلام کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے فراہم کردہ بنیادیں بھی بایں طور سقم سے خالی نہیں کہ ان بنیادوں کی تطبیق، تشریح ، تعبیر، استدلال اور طرز استدلال میں مروجہ بینکاری کے مجوزین حضرات نے

شرعی اعتبار سے خطرناک قسم کی ٹھوکریں کھائی ہیں۔مثلاً:

1. ان حضرات کے استدلال اور طرز استدلال میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ بینکاری کے لئے مفید تجارتی شکلوں کو اسلامائز کرنے کے

2. لئے کئی فقہی اصطلاحوں میں قطع وبرید کی گئی ہے، خلاف ضابطہ ضعیف اور مرجوح اقوال پر اعتماد وانحصار کیا گیا ہے، ایک ہی معاملہ میں شرعی تقاضے پورے کئے بغیر مذہب غیر کی طرف جانے کی روش کو مباح سمجھا گیا ،جوکہ تمام مذاہب کے ہاں تلفیق محرّم(مختلف اقوال کو ملانے کی حرمت) ہوکر بالاجماع باطل ہے، اسی طرح حسبِ منشاء کسی تجارتی شکل کواسلامی شکل ثابت کرنے کے لئے اور اسلامی لبادہ پہنانے کیلئے صحیح ،صریح اور واضح شرعی احکام سے عمداً صرف نظر کرتے ہوئے ،دور ازکار تاویل در تاویل کا طریقہ کار اختیار فرمایا گیا۔جسے علماء شریعت

نے،شریعت کی توہین،تعطیل اور شرعی احکام کا مذاق قرار دیاہے' کیونکہ یہ طرز عمل تاویل فاسد کے زمرے میں آتا ہے۔

3. بینکوں میں رائج کردہ "مرابحہ و اجارہ" محض حیلے ہیں، یہ اسلامی تمویلی طریقے بالاتفاق نہیں' اس کے باوجود ان حیلوں کو مستقل نظام بنانا' ناجائز ہے۔ایسے حیلوں کے ذریعے انجام پانے والا معاملہ بھی ناجائز ہی کہلاتا ہے۔جیسے امام محمد کے ہاں "بیع عینہ" کا حیلہ ناجائز ہے' اسی طرح مروجہ "مرابحہ و اجارہ" کے حیلے اور ان کو ذریعہ تمویل بنانا بھی ناجائز ہے۔اسلامی بینکاری کے مجوزین نے اس طرح کے واضح احکام کو تأویل در تأویل کے ذریعے نظر انداز فرمایا' جبکہ دوسری طرف اسلامی بینکوں کے مالی جرمانہ کے جواز کے لئے ابن دینار مالکی رحمہ اللہ کے مرجوح متروک کالمعدوم قول پر اعتماد کیا گیا' حالانکہ اس قول پر عمل کرنا شرعاً و اصولاً جائز بھی نہیں تھا،مگر اسلامی بینکاری کے مجوزین نے ان شرعی اصولی نزاکتوں سے قصداً چشم پوشی فرمائی ہے' ورنہ یہ واضح احکام ان سے ہرگز پوشیدہ نہیں تھے۔

4. مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج "مرابحہ" اور "مرابحہ فقہیہ" میں کوئی مماثلت نہیں،مرابحہ فقہیہ میں ابتدا سے قیمت و ثمن کا متعین ہو کر ذمے میں آنا اور لاگت کا یقینی علم اوروجود ضروری ہے' جبکہ بنکوں میں رائج مرابحہ میں بینک ثمن کی ادائیگی پہلے نہیں کرتا یا لاگت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔اس لئے مرابحہ بنوکیہ، اصطلاحی مرابحہ تو درکنار، عام کسی بیع کے تحت بھی نہیں آتا۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو "مرابحہ" کا نام دینا شرعاً خیانت کہلاتا ہے اور ناجائز شمار ہوتا ہے ،مگر مروجہ اسلامی بینکاری میں اسی خیانت کو مرابحہ کے نام سے رواج دیا گیا ہے۔

5. مروجہ اسلامی بینکوں میں رائجمرابحہ میں بینک کا کاغذی معاہد ہ جس پر پیشگی دستخط ہو چکے ہیں وہی اصل ہے اس کے بعد وکالت کے مختلف مراحل شرعی اعتبار سے وکالت ہرگز نہیں بن سکتے بلکہ لین دین کی ذمہ داری ایک شخص کے گرد گھومنے کی وجہ سے صراحتًا وکالت فاسدہ ہے۔اس لئے وکالت کا یہ طریقہ کار شرعا محض کاغذوں کی لکیریں اور لفظی ہیرا پھیری ہے۔حقیقت میں ایک ہی فرد بائع اور مشتری بن رہا ہے جو کہ صراحتاً خلاف شرع ہے۔اس مرابحہ کا شرعی اصطلاحی مرابحہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔پس مرابحہ بنوکیہ خالصتاً سودی حیلہ ہے۔اور ان بینکوں کا نفع "ربح" نہیں "ربا" ہے۔

6. مروجہ" اجارہ" میں عاقدین کا بنیادی مقصد" اجارہ" کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ خریداری کا معاملہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔قاعدہ و قانون کی رو سے حکم، اصل مقصد (بیع) پر ہی لگے گا نہ کہ الفاظ(اجارہ) پر'اس سے اس معاملہ کو اگر بیع کہا جائے تو یہ بیع مشروط بالاجارہ

7. ہے جو کہ خلاف شریعت ہے۔

8. مروجہ اجارہ میں اجرت کی شرح کی تعیین اور تناسب کے لئے روایتی سود کی شرح کو معیار بنانا ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔کیونکہ یہ سودی معاملات کے ساتھ اولاً مشابہت ،ثانیاً اشتباہ بھی ہے۔دوسرے یہ کہ روایتی سود کی شرح مختلف اوقات میں بدلتی رہتی ہے یا افراط زر کی وجہ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ایسا اجارہ جس میں اُجرت کی شرح و تناسب یقینی طور پر پیشگی معلوم نہ ہو' وہ ناجائز ہوتا ہے۔مگر ہمارے اسلامی بینکار حسب عادت یہاں بھی اصل احکام کو چھوڑ کر خلاف شریعت طریقوں کو شرعی جواز فراہم کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔

9. اسی طرح مروجہ اجارہ یا کسی بھی عقد میں قسطوں کی ادائیگی یا تاخیر کی صورت میں گاہک سے اجباری صدقہ کروانااور لینا دونوں شرعاً ،عرفاً ،قانوناً اور عقلاً صدقہ نہیں بلکہ جرمانہ ہے جوکہ بلاشبہ ناجائز ہے اورخالص سودی ہے، بلکہ جس فقہی عبارت سے بعض اہل علم نے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے خو د اسی عبارت سے اس جرمانے کا صریح سود ہو نا ثابت ہو تا ہے۔کیونکہ یہ صدقہ بینک کے مقاصد کے لئے بینک کی شرائط اور ترجیحات کی لازمی رعایت کے ساتھ اس کے مجبور کرنے پر گاہک کوبینک کے لئے ادا کرنا پڑتا ہے۔اس مسئلے میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین کو سہواً یا عمداً بہت بڑا مغالطہ لگا ہے کہ انہوں نے بینک کی ایک غیر شرعی ضرورت کو شرعی ثابت فرمانے کے لئے بہت دور کی بات بہت دور سے ثابت فرمانے کی کوشش فرمائی ہے جس کی بالکل گنجائش نہیں تھی ،حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں جبر ہو' وہ صدقہ نہیں۔جہاں اصطلاحی صدقہ ہو' وہاں جبر نہیں ہو سکتا۔

10. اسی طرح اجارہ اورمروجہ بینکوں کے دیگر عقود میں "سیکورٹی ڈپازٹ"کی قانونِ شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔اصطلاحی شرکت و مضاربت ،اجارہ ، مرابحہ وغیرہ یہ سب امانات کے قبیل سے ہیں نہ کہ ضمانات کے قبیل سے،جبکہ سیکورٹی (رہن) صرف ضمانات پہ لی جاسکتی ہے' وہ بھی سیکورٹی (رہن)کے احکام کے مطابق۔جبکہ ہمارے اسلامی بینکوں میں رائج سیکورٹی نہ رہن ہے نہ قرض ہے نہ امانت ہے۔بلکہ دوسرے کے مال سے فائدہ اُٹھانے کے لئے خلاف شرع حیلہ اور بہانہ اور تلفیق بھی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔

11. مروجہ اسلامی بینک" شرکت و مضاربت" کو اصلی حقیقی بنیادیں تسلیم کرلینے کے باوجود وہ بھی ان اصلی بنیادوں پر سرمایہ کاری بھی نہیں کررہے۔یہی وجہ ہے کہ شرکت و مضاربت کا تناسب، اجارہ و مرابحہ کے مقابلے میں ایک سروے اور محتاط اندازے کے مطابق زیادہ سے زیادہ صرف پندرہ سے بیس فیصد ہے ،بالفرض اگر پچاس فیصد بھی مان لیا جائے تو "مااجتمع حلال و حرام الا غلب الحرام الحلال" (حلال و حرام جب بھی جمع ہوئے حرام حلال پر غالب رہا)کے پیش نظر'نیز احوال واقعی کے مطابق سرمایہ کاری کے حلال طریقے قلیل کالمعدوم ہوں ،اور غیر شرعی طریقوں کا عنصر زیادہ ہو تو ایسا ملغوبہ طریقۂ تمویل غیر شرعی ہی کہلا تا ہے۔اس لئے مروجہ اسلامی بینکوں کے

طریقۂ تمویل کو شرعاً جائز کہنے کی کوئی اصولی گنجائش موجود نہیں' اس کے باوجود اسے جائز کہا جاتا ہے اور اس کا جواز جتلایا بھی جاتا ہے۔

12. مروجہ مشارکہ و مضاربہ میں خلاف شرع معاہدات طے ہوتے ہیں ،مثلاً ایک اسلامی بینک میں اکاونٹ کھلوانے والے کو جو فارم پُر کرنا پڑتا ہے اس میں بینک کی شرائط ،پالیسی اور بینک سے متعلق وہ سارے قوانین و اعلانات بلا تفصیل ماننے ہوں گے جو بینک کرے گا۔نیز جو قواعد اور اعلانات "بینک دولت آف پاکستان" جاری کرے' اس کی پابندی کا عہد بھی لیا جاتاہے۔حالانکہ اسلامی بینک کے اعلانات اور پالیسیاں بدلتے رہتے ہیں ،یکساں نہیں ہوتے۔ایسے مجہول اور غیر معلوم اعلانات کا گاہک کو پیشگی معاہدے کے ذریعہ پابندبنانا شرعاً جائز نہیں اور مجہول و غیر معلوم شرائط اور ذمہ داریوں والا معاملہ شرعاً فاسد کہلاتا ہے نہ کہ صحیح اور جائز۔

13. اسی طرح مسلمان گاہک کو "بینک دولت آف پاکستان" کے اعلانات اور پالیسیوں کا پابند بنانا بھی بالکل ناجائز ہے' کیونکہ اسٹیٹ بینک کا غیر اسلامی مزاج اور شرعی احکام کی خلاف ورزی کا معاملہ سورج کی طرح واضح ہے۔[17]

غیر جانب دارانہ تجزیہ

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے جس "اسلامی بینکنگ سسٹم "کو پورے ملک میں متعارف کرا کر اس کی بھرپور وکالت کرنے اور غیر ارادی طور پر اس کی اڑ میں ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ دینے کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے اسے ملک کے معتبر جمہور علمائے کرام جن کا تعلق فقط مسلک اہلِ سُنّت (دیوبند) سے نہیں بلکہ دیگر مسالک کے معتبر اہل علم نے بھی اس کو سودی بینکنگ سسٹم کا چربہ قرار دیاہے اور اس کو قرآن وسنت کے اصولوں کے ساتھ متصادم قرار دے کر اس کو ترک کرنے کی تاکید کی۔

جمہور علماء کے مؤقف کا خلاصہ

"اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری نظام کو ملک کے جمہور اہل فتویٰ خلاف شریعت قرار دیتے ہیں، اس رائے کے متفقہ اظہار کے لیے 25 شعبان المعظم 1429ھ مطابق 28 اگست2008ء کو ملک کے چاروں صوبوں کے مشہور و معروف اربابِ فقہ و فتاویٰ کاایک اجتماع منعقد ہوا, یہ اجتماع شیخ المشائخ استاذ العلماء والمتقیین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم(اب رحمۃاللہ علیہ) کے زیر صدارت ،جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں منعقد ہوا،اجتماع کے شرکاء,تمام اہل فتویٰ حضرات نے قرآن و سنت ،فقہ و فتاویٰ نے احوال واقعی کی روشنی میں بغور جائزہ لینے کے بعد مروجہ اسلامی بینکاری کے حوالے سے اپنے جس مؤقف کا اظہار کیا، اس مؤقف کا مختصر خلاصہ پیش کیا گیا:

"اسلام کی طرف منسوب "بینکاری نظام" کو ہم خالص غیر اسلامی نظام سمجھتے ہیں، بلکہ بعض حیثیتوں سے اس نظام کو روایتی بینکاری نظام سے زیادہ خطرناک اور ناجائز سمجھتے ہیں، اس نظام کو غیر اسلامی کہنے کی دو بنیادی وجہیں ہیں:

1)مروجہ اسلامی بینک مجوزہ اسلامی طریقۂ کار پر کار بند نہیں۔

1)جو مجوزہ طریقۂ کار برائے تمویل طے پایا تھا، وہ طریقہ بھی شرعی اعتبار سے کئی نقائص کا حامل ہے۔"

یہی موقف ملک کے مشہور و معروف ادارے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا بھی ہے۔

اگر جمہور علماء کے اتنے واضح موقف آنے کے باوجود بھی اسلامی بینکنگ سسٹم واجب الترک نہیں تو کسی ایسی عبقری شخصیت کو منسوب املائی مبہم تقاریر کو بنیاد بناکر بعد از مرگ مخلوقِ خدا کو ان سے بدظن کرانا اور ان کو رگیدنا کونسا دینی فریضہ ہے؟

قران مجید میں سود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ علان جنگ قرار دیا گیا ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا کہ سود کے ستر سے اوپر گناہ کے درجے ہیں کم از کم درجہ یہ ہے کے ادمی اپنی حقیقی ماں سے زنا کرے۔ 75سالوں سے ملک میں سودی نظام رائج ہے بینکاری کا سارا نظام سود پر ہے یعنی ہم اتنے برسوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کررہے ہیں کیا کوی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرکے فلاح پاسکتی ہے؟ افسوس ایسے حکمرانوں پر۔مگر میرا سوال عدلیہ کے معزز جج صاحبان سے بھی ہے۔1973 کے این کے مطابق اگر کوی قانون قران وسنت سے متصادم ہوگا تو اس کا جایزہ لے کر اسے کالعدم قرار دینے کا اختیار عدالت عظمیٰ کے پاس ہے۔تو کیا قیمت کے دن اپ جج صاحبان سے سوال نہیں ہوگا۔رسول ﷺ نے ایک طرف تو منصف کو یہ بشارت دی ہے کے تمھارا عدل وانصاف کا ایک دن عابد کی سو سال کی عبادت سے افضل ہے۔لیکن دوسری طرف یہ بھی فرمایا یہ جو لوگوں کے درمیان قاضی جج بنایا گیا وہ تو بغیر چھری کے زبح کیا گیا۔۔ایک تو ہمارے عدالتی نظام کچھوے کی چال سے بھی سست ہے بالخصوص اپنی معملات کا جائزہ لینے میں اس کی صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں۔1992ء میں شرعی عدالت نے طویل سماعت کے بعد سود کو غیر اسلامی قرار دیا اور اس ملک سے فی الفور ختم کرنے کا حکم دیا۔اس وقت نواز شریف وزیر اعظم تھے انہوں نے اسی وقت ہی اس حکم کو سپریم کورٹ میں چلینج کیا۔اور سپریم کورٹ نے تیرا چودہ سال بعد یہ سنایا کے کیس واپس شرعی عدالت کو بھجوایا کہ از سر نو سماعت کی جاے۔[18]

محقق کا تجزیہ

جب سود کی حرمت کی بات چلتی ہے تو ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آجکل کاروباری زندگی کا سارا نظام بینکوں کے ذریعے چل رہا ہے اور بینکوں کا سارا کاروبار سود پر مشتمل ہے لہٰذا اگر سود کو خلاف قانون قرار دیا جائے تو بینک کس طرح چل سکیں گے؟ اس سوال کا مفصل جواب تو درحقیقت ایک پوری کتاب کی وسعت چاہتا ہے اور اردو، عربی اور انگریزی میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں آ بھی چکی ہیں اور ہمارے ملک میں ماہرین معاشیات اور بینکرز کی ایک جماعت بلاسود بینکاری کا تفصیلی نقشہ

مرتب کرنے کے لئے کام بھی کر رہی ہے۔ لیکن یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا سود بینکاری کا ڈھانچہ کن بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے اور اس کے اساسی اصول کیا ہوں گے؟

حالاتِ موجودہ بینکوں کے کاروبار کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے کھاتہ داروں سے رقمیں جمع کر کے تاجروں، سرمایہ داروں اور صنعتکاروں کو سود پر قرض دیتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت میں بینکروں کا یہ کاروبار سود کے بجائے "شرکت" اور "مضاربت" (PROFIT SHARING) کے اصول پر چلے گا۔ اس کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے۔

عوام کی طرف سے جو رقمیں بینک میں جمع ہوں گی وہ دو قسموں پر مشتمل ہوں گی، ایک عند الطلب کھاتے (CURRENT ACCOUNT) کی رقوم دوسرے مدّ مضاربت (FIXED DEPOSIT) کی سیونگ اکاؤنٹ غیر سودی بینکاری میں عند الطلب کے اندر شامل ہو جائے گا۔

عند الطلب کھاتے میں تمام رقوم بینک کے پاس فقہی نقطۂ نظر سے قرض ہوں گی، کھاتہ دار ہر وقت بذریعہ چیک ان کی واپسی کا مطالبہ کر سکے گا، لیکن اس کھاتے پر کوئی منافع کھاتہ دار کو نہیں کیا جائے گا۔ موجودہ نظام بینکاری میں بھی کرنٹ اکاؤنٹ پر عام طور سے کھاتہ دار کو کوئی نفع نہیں دیا جاتا۔ البتہ مضاربت کے کھاتہ دار ایک معین مدت کے لئے جو تین ماہ سے ایک سال تک ہو سکتی ہے، رقم رکھوائینگے اور پھر اس رقم سے بینک جو منافع حاصل کرے گا اس میں متناسب (Proportioante) طور پر شریک ہوں گے۔ عند الطلب اور مضاربت کھاتے کے ذریعہ حاصل ہونے والی رقوم میں سے ایک حصہ بینک تو مد محفوظ (Reserve) کے طور پر رکھ کر باقی سرمایہ کاروباری افراد کو شرکت یا مضاربت کے اصول پر دے گا یعنی ان سے یہ طے کرے گا کہ وہ بینک کی دی ہوئی رقم سے جو نفع حاصل کریں گے اس کا کچھ فی صد حصہ بینک کو دیں گے۔ چنانچہ یہ کاروباری افراد اس سرمائے کو صنعت یا تجارت میں لگا کر جو نفع حاصل کریں گے بینک اس نفع میں شریک ہو گا، اور نفع کا جو تناسب بھی باہمی رضامندی سے طے پا جائے، مثلاً دس فیصد یا پندرہ فیصد، نفع کا اتنا حصہ بینک کو اصل رقم کے ساتھ واپس کریں گے اور بینک یہ منافع اپنے حصہ داروں (Shares) اور کھاتہ داروں Depositors) کے درمیان طے شدہ فیصد حصوں کی صورت میں تقسیم کریں گے۔

یہ طریقِ کار منصفانہ تقسیم دولت میں بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ بحالات موجودہ جب کوئی سرمایہ دار بینک سے قرض لے کر لاکھوں کا کاروبار کرتا ہے تو اس کاروبار کا بیشتر نفع سرمایہ داری کے پاس مرکز ہو کر رہ جاتا ہے۔ بینک کو جو سود ملتا ہے وہ سرمایہ دار کے مجموعی منافع کے مقابلے میں بہت کم ہوتا ہے لیکن مذکورہ صورت میں بینک چونکہ کاروبار میں براہِ راست شریک ہو گا، اس لئے کاروبار کے منافع کا کوئی حصہ بینک میں آئیگا اسی طرح موجودہ نظام میں کھاتہ داروں کو سُود کی جو رقم ملتی ہے وہ اس منافع کے مقابلے میں بہت معمولی ہوتی ہے جو سرمایہ دار نے ان کی رقموں سے حاصل کیا۔ اس کے برعکس مذکورہ صورت میں

کھاتہ دار براہ راست کاروبار میں شریک ہونے کی بناء پر زیادہ مقدار میں نفع کے مستحق ہوں گے، اور اس طرح دولت چند ہاتھ میں سمٹنے کے بجائے زیادہ وسیع دائرے میں گردش کرے گی۔

البتہ بلاسود بینکاری میں جو عملی پیچیدگی عام طور سے بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں کھاتہ داروں یا بینک کو نفع کی سو فیصد ضمانت نہیں ہو سکتی بلکہ جن کاروباری افراد نے قرض لیا ہے اگر ان کو خسارہ ہو جائے تو بینک اور کھاتہ داروں کو نفع کے ساتھ خسارہ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن حقیقتاً یہ کوئی ایسی پیچیدگی نہیں ہے جسے بینکاری کے ماہرین حل نہ کر سکیں اور جس کی وجہ سے بلاسود بینکاری کے پورے نظام ہی کو ناقابل عمل قرار دے دیا جائے۔

اول تو آجکل بڑے پیمانے کی تجارتوں میں نفع کے امکانات زیادہ اور نقصان کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، اور بینک جب کسی کاروباری فریق سے معاملہ کرے گا تو وہ اس کے مالی حالات اس کے استحکام، دیانت اور کارکردگی کا اچھی طرح اطمینان کر کے ہی اس کو رقم دے گا، آجکل بھی بینک کسی کو قرض دیتے وقت اس کی معاشی پوزیشن کا جائزہ لیتا ہے اُس وقت اسے نسبتاً زیادہ اہتمام اور دقتِ نظر سے جائزہ لینا ہو گا جس کے تفصیلی طریقے ماہرین طے کر سکتے ہیں۔

البتہ اگر وہ واقعتاً کسی کاروباری حادثے کی بناء پر کوئی نقصان ہو ہی جائے تو اس کے لئے تمام بینک مل کر ایک ایسا امدادِ باہمی فنڈ (Mutual Fund) قائم کر سکتے ہیں جو سود اور قمار سے خالی ہو، اور جس کے ذریعے حتی الامکان بینک اور کھاتہ داروں کے نقصان کی تلافی کی جاسکے۔ اس باہمی فنڈ کی تفصیلات بھی فنی ماہرین طے کر سکتے ہیں۔

پھر بینکاری کے موجودہ نظام میں بینک کے سارے کام سود پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ وہ بہت سے خدمات پر جائز اجرت بھی وصول کرتا ہے، مثلاً مقفل صندوقوں (Lockers) کا کرایہ، سفری چیک کا اجراء، بینک ڈرافٹ اور لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنا، تجارتی اموال کو بلٹی کے ذریعے منگوانا، بیع و شراء کی دلاّلی کرنا وغیرہ یہ سارے کام بلاسود بینکاری میں بدستور اجرت کی بنیاد پر جاری رہیں گے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اب تک چونکہ اس قسم کی بینکاری کا کوئی موثر عملی تجربہ نہیں ہوا اس لئے اس کی عملی تفصیلات اور اس کے تمام جزوی پہلوؤں پر سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے جس میں بینکاری کے ماہرین اور علمائے دین کا باہمی تعاون درکار ہے، اور اس کے باوجود جزوی طور پر اس نظام کو مختلف تجربات سے گزرنا پڑے گا لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ موجودہ نظام بینکاری ایک دن میں بن کر کھڑا نہیں ہو گیا بلکہ صدیوں کے تجربات اور ردوبدل کے بعد وہ موجودہ مقام تک پہنچا ہے۔ اس لئے محض اس بناء پر اسے ناقابل عمل قرار دینا کسی طرح درست نہیں کہ اب تک اس کا کوئی عملی تجربہ نہیں ہو سکا۔ محض مشکلات کا ہوّا ذہن پر سوار کر لینے سے کسی انقلابی اصلاح کی توقع نہیں کی جاسکتی اگر ہمیں ایک آزاد مسلمان قوم کی طرح جینا ہے تو ہمت کر کے یہ قدم اٹھانا ہی پڑے گا۔

اسلامی بینکوں کا تجارت میں عدم شرکت

دراصل یہ فصل ایک عامیانہ اعتراض کے دفاع میں ہے کہ اسلامی بینک براہ راست تجارت میں حصہ نہیں لیتا۔ہمارے تحقیق کے مطابق یہ سراسر غلط ہے۔کیونکہ بینکاری شعبہ صنعت اور معیشت کا ایک اہم حصہ ہے، جس کا مقصد مالی نظام کا استحکام اور امانت گزاروں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔بینکاری اسلامی ہو غیر اسلامی، لوگوں کے مالی اثاثوں کو محفوظ کرکے انہیں زیادہ دولت پیدا کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کو سرمایہ کاری کے لیے فراہم کرتا ہے۔یہ معیشت سے چھوٹی چھوٹی بچتوں کو بڑی بڑی نفع بخش سرمایہ کاری میں تبدیل کرتا ہے۔

بینکاری شعبہ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔بینکوں کی موجودگی میں تجارتی معاملات میں تیزی اور آسانی آجاتی ہے کیونکہ یہ بروقت سرمایہ کی فراہمی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔اس طرح لوگوں کو ملازمتیں ملتی ہیں، ان کی قوت خرید

میں اضافہ ہوتا ہے، مال اور خدمات کی طلب بڑھتی ہے اور پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اسلامی معیشت کے مقاصد کی عدم تکمیل کی وجہ

اسلامی معاشیات اسلامی تعلیمات اور عقائد پر مبنی معاشی اصولوں کا ایک نظام ہے، جیسا کہ قرآن اور حدیث پیغمبر علیہ السلام کے اقوال و افعال میں بیان کیا گیا ہے۔یہ اس بنیاد پر کام کرتا ہے کہ تمام معاشی سرگرمیاں انصاف، اور اخلاقیات کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہئیں، اور ایسے طریقوں سے گریز کرنا چاہیے جو افراد، معاشرے یا ماحول کے لیے نقصان دہ سمجھے جائیں۔

اسلامی معاشی نظام کسی ایک ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کے کئی ممالک میں مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ کوئی ملک ایسا نہیں جو مکمل طور پر اسلامی معاشی نظام پر چل رہا ہو۔اور جہاں ہول ہول قائم بھی ہے وہاں مغربی معاشی نظام کے سامنے مغلوب۔

اب بات یہ کہ اسلامی معاشی نظام جو کہ انصاف پر مبنی ہے یہ اب تک مغربی معاشی نظام کے سامنے مغلوب کیوں رہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں مغربی اقتصادی نظاموں کا غلبہ کئی عوامل کی وجہ سے ہے، جن میں ان کے نوآبادیات اور سامراج کی ٹورک میراث، جس نے مغربی نظریات اور اداروں کو دنیا کے دوسرے حصوں میں پھیلایا۔مزید برآں یہ کہ مغربی ممالک نے صنعت کاری اور تکنیکی ترقی کے حوالے سے بہت کام کیا ہے، جس نے انہیں معاشی فائدہ پہنچایا ہے۔ایسے ہی مغربی اقتصادی نظاموں کو مغربی حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں، جیسے کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) اور ورلڈ بینک کی طرف سے بہت زیادہ فروغ اور حمایت حاصل ہے۔

دوسری طرف اسلامی معاشی نظام کو وسیع پیمانے پر قبولیت حاصل کرنے اور اس کے نفاذ میں مختلف مشکلات کا سامنا ہے۔ایک اہم چیلنج اسلامی معاشیات کی متفقہ اور مربوط تشریح کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے اسلامی مالیات اور

معاشیات کی مختلف تشریحات اور نقطہ نظر سامنے آئے ہیں۔اسی طرح اسلامی مالیات کی ترقی میں معاونت کرنے والے بنیادی ڈھانچے اور اداروں کی کمی کے ساتھ ساتھ حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں کی حمایت کا بھی فقدان ہے۔

اسلامی مالیات کے کم موثر اور شفاف ہونے کے تصور نے اس کی ترقی میں رکاوٹ ڈالی ہے، ساتھ ہی بیداری اور سمجھ کی کمی بھی۔ان چیلنجوں کے باوجود، اسلامک فنانس انڈسٹری ترقی کر رہی ہے اور خاص طور پر مسلمانوں میں اس میں دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ملائیشیا اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک اس کی ترقی کو فروغ دے رہے ہیں اور وہاں اسلامی مالیاتی اداروں اور مصنوعات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔اسلامی معاشی نظام کو عالمی سطح پر اپنانے سے متعدد فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، جن میں مساوات اور انصاف، اخلاقی سرمایہ کاری، قیاس آرائیوں اور عدم استحکام میں کمی، بچت اور سرمایہ کاری میں اضافہ، اور چھوٹے کاروباروں اور کاروباری افراد کے لیے تعاون شامل ہیں۔ تاہم، اس کے لیے اہم سرمایہ کاری اور ثقافت اور سیاست میں تبدیلی کی بھی ضرورت ہوگی۔ چونکہ زیادہ سے زیادہ لوگ متبادل معاشی نظام تلاش کرتے ہیں جو ان کی اقدار کے مطابق ہو تو اسلامی معاشی نظام

مستقبل میں زیادہ وسیع پیمانے پر اپنایا جا سکتا ہے۔

عوام الناس کے ایمان و تقو ی میں کمی اور حرام میں ابتلاء

مجوزین اسلامی بینکاری اور اس کے مانعین کے درمیان جن نقوط پر اختلاف کا دار مودار تھا اس کے متعلق سابقہ تحقیق میں ہم نے میں سیر حاصل تبصرہ کیا جس کے نتیجے میں اہل علم کے لیے کافی سارے معلومات فراہم ہوئے۔فرعی مسائل میں اختلاف چونکہ خیر القرون پیہم چلا آرہا ہے اس لیے یہاں بھی فریقن کا یہ اختلاف چونکہ حق پر مبنی ہے اس لیے ہر فریق کو اپنے موقف کے ذیل حق بجانب سمجھا جائے گا۔لیکن عوام کے تقوی میں علماء کے بنسبت کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اس اختلاف کی وجہ سے کچھ جائز امور میں مبتلا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بینک اسلامی ہو یا روایتی ہو پاکستان کا پورا نظام ہی سود پر چلایا جاتا ہے۔

یہ ایک عامیانہ غلو ہے جس سے بچنے کے لیے ہم نے اس فصل کا قیام ہے جس میں یہ بتایا جائے گا کہ اسلامی بینکاری روایتی بینکاری سے ہزار ہا گنا بہتر ہے، باقی عوام جو اس قسم کی غلو میں پھنس جاتے ہیں اس کے متعدد اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حرام کمائی کی جو مذمت بیان فرمائی ہے اس سے عوام الناس بے خبر ہیں۔

بینک عملے کی وجہ سے بینکاری نظام پر اثر

سابق میں جنرل فنانس کی مختصر وضاحت ہم نے اس لیے کر دی تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اسلامی بینکاری کا نظام بینکوں میں موجود اس عملے کی وجہ سے لوگوں میں اعتراض کا ہدف بن چکا ہے جنہوں نے مذکوزہ بالا اصول پر فنانس سیکھا ہے، نہ انہوں نے اسلامی فنانس کا مطالعہ کیا ہے اور نہ ہی ان میں اسلامی طریقہ پر اسلامی فنانس چلانے کی استعداد ہے۔

اسلامی بینکاری پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔یہ اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے کہ اسلامی نظام معیشت ،چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی نہ صرف قابلِ عمل ہے، بلکہ قابل ِتقلید بھی ہے۔اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل ِاطمینان ہے کہ مسلمانوں نے نماز، روزے سے آگے بڑھ کر اب اپنے اجتماعی معاملات کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا ہے۔اس کی سب سے بڑی مثال دنیا بھر میں اسلامی بینکاری کا قیام اور اس کی مقبولیت میں مسلسل بڑھتا ہوا رجحان ہے۔

ارتقا کے مراحل سے گزرتی اس اسلامی بینکاری سے متعلق متعدد اشکالات و سوالات سامنے آتے رہتے ہیں۔ایک بنیادی نوعیت کا اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ سودی اور اسلامی بینکاری میں کوئی خاص فرق نہیں۔کہاجاتا ہے کہ ان دونوں میں فرق صرف نام کا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال سراسر غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سودی اور اسلامی بینکاری میں ہونے والے معاملات کے صرف نتائج پر غور کرکے ان دونوں کو ایک جیسا قرار دے دیاگیاہے۔ اگر ان دونوں ں نظاموں میں ہونے والے معاملات کے طریقہ کار کا بغور جائزہ لیا جائے تو غلط فہمی دور ہوجاتی ہے۔

سرسری نظر سے دیکھا جائے تو سودی اور اسلامی بینکاری میں مشابہت معلوم ہوتی ہے،مثلاً:سودی بینک اپنے گاہکوں کو قرضہ

دیتے ہیں اور اس پر ایک خاص شرح سے سود کماتے ہیں۔دوسری طرف اسلامی بینک ادھار یا قسطوں پر گھر، گاڑی اور دیگر اشیاء

اپنے گاہکوں کو بیچ کر نفع کماتے ہیں۔جو لوگ سودی بینکوں میں اپنا پیسہ رکھواتے ہیں،یہ بینک انہیں اس پیسے پر ایک خاص شرح سے سود مہیا کرتے ہیں،جبکہ غیر سودی بینک بھی پیسے جمع کروانے والوں کو نفع دیتے ہیں جو قریب قریب اس نفع کے برابر ہوتاہے ،جو سودی بینک اپنے کلائنٹ کو دیتے ہیں۔مندرجہ بالا غلط فہمی بھی اسی مشابہت کا نتیجہ ہے۔اس غلط فہمی میں مبتلالوگ جب دیکھتے ہیں کہ سودی بینک اپنے گاہک کو مثلاً ایک لاکھ روپے قرضہ دیتاہے اور مقررہ وقت آنے پر ایک لاکھ دس ہزار روپے وصول کرتاہے،دوسری طرف غیر سودی بینک بھی اپنے گاہک کو مثلا ایک لاکھ روپے کی چیز، ادھار پر ایک لاکھ دس ہزار روپے میں فروخت کرتا ہے تو ان کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا کہ جب دونوں بینکوں نے قریب قریب ایک ہی طریقہ کار سے ایک جتنا ہی نفع کمایا ہے تو ان دونوں میں وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک کی کمائی حلال اور دوسرے کی کمائی حرام ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ دو مختلف معاملات کے محض نتائج کودیکھتے ہوئے ان پر ایک جیسا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔شریعت میں اس مسئلے کی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں،مثلاً :فرض کیجئے کہ دو آدمی دو بکرے ذبح کرتے وقت ایک جیسا طریقہ

کار اختیار کرتے ہیں۔ البتہ ان میں سے ایک ذبح کرتے وقت باقاعدہ بسم اللہ پڑھتا ہے ، جبکہ دوسرا شخص جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کرتا ہے۔ اب اگر صرف نتیجے پر غور کیا جائے تو دونوں بکروں کا گوشت حلال ہونا چاہیے ، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اب ہم اس طرف جاتے ہیں کہ سودی اور اسلامی بینکاری میں بنیادی فرق کیا ہے؟ درج ذیل ہیں چند وجوہ کی بنا پر فرق ظاہر کیا جاتا ہے:

روایتی بینکاری (کنوینشنل بینکنگ) اور اسلامی بینکاری (اسلامک بینکنگ) میں فرق

روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری کے درمیان مندرجہ نمایاں فرق ہیں:

روایتی بینکاری (کنوینشنل بینکنگ)	اسلامی بینکاری (اسلامک بینکنگ)
اس میں رقم مبادلہ کے ذرائع اور اسٹور آف ویلیو کے ساتھ ساتھ ایک تجارتی شے تصور کی جاتی ہے۔ اس لیے اسے اس کی فیس ویلیو سے زائد نرخ پر فروخت کیا جاسکتا ہے اور اسے کرایہ داری پر بھی دیا جاسکتا ہے۔	اس میں رقم ایک تجارتی شے تصور نہیں کی جاتی، ہر چند یہ کہ اسے آلہ مبادلہ اور اسٹور آف ویلیو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے نہ تو اس کی فیس ویلیو سے زائد نرخ پر فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔
اس میں اصل سرمایہ پر سود (انٹرسٹ) کی وصولی، ٹائم ویلیو پر منحصر ہوتی ہے۔	اس میں اشیاء کی تجارت پر منافع یا خدمات کی فراہمی پر لیے جانے والے چارجز، حاصل کئے جانے والے منافع کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
اس میں اگر کے فنڈز کو استعمال کرتے ہوئے ادارے کو نقصان ہوجائے تو ایسی صورت میں بھی سود (انٹرسٹ) وصول کیا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ نفع اور نقصان کی شراکت کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے۔	اسلامک بینک نفع اور نقصان کی شراکت کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔ اگر کاروباری شخص کو نقصان ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بینک فنانس کے مختلف طریقوں یعنی مضاربہ، مشارکہ کے استعمال کی بنیاد پر ان نقصانات میں حصہ دار ہوتا ہے۔

اس میں کیش فنانس، رننگ فنانس یا ورکنگ کیپیٹل فنانس کی تقسیم کے وقت اشیاء کے تبادلے اور خدمات کے حوالے سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جا تا ہے۔	اس میں مرابحہ، سلماور استثناء کے معاہدوں کے تحت فنڈز کی تقسیم کے وقت اشیاء اور خدمات کے تبادلے کے حوالے سے معاہدہ کی تکمیل لازمی عمل ہے۔
روایتی بینک رقم کو بطور تجارتی شے استعمال کرتے ہیں،جس کے نتیجے میں افراط ِ زر کی صورت حال جنم لیتی ہے۔	اسلامی بینکاری (اسلامک بینکنگ) میں تجارتی سرگرمیوں کو استعمال کرتے ہوئے معاشی نظام کے حقیقی شعبہ جات کے ساتھ تعلق قائم کیا جا تا ہے۔چوں کہ اس میں رقم اصل سرمایہ جات سے منسلک ہوجاتی ہے اسی لیے یہ معاشی ترقی میں براہِ راست اپنا کردار ادا کرتی ہے۔[19]

بالکل اسی طرح جب سودی اور اسلامی بینکاری پر غور کیا جائے تو پتہ چلتاہے کہ ان میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے۔اس فرق پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ہم یہاں ان دونوں میں موجود بنیادی فرق ایک دوسری نوعیت سے بیان کرتے ہیں :

سودی اور اسلامی بینکاری میں بنیادی فرق: بینک کی تمویلی سرگرمیوں کو عام طور پر دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاتاہے :

1. اثاثہ جاتی پہلو(Asset Side) اس حصے میں بینک اپنے تمویل کار(کلائنٹ)کو مختلف تمویلی سرگرمیاں فراہم کرتا ہے،مثلاً:سودی بینک سود پر قرضہ دیتا ہے ،جبکہ غیر سودی بینک مرابحہ اوراجارہ وغیرہ کے ذریعے مختلف چیزیں ادھار پر عام ریٹ سے کچھ زیادہ قیمت میں دیتا ہے۔چونکہ سودی بینک کی سرگرمیوں کی بنیاد سود پر ہے ،اس لیے اس کی کمائی حرام ہے،جبکہ غیر سودی بینک کے کاروبار کی بنیاد ایک جائز تجارت پر ہے،اس لیے اس کا نفع حلال ہے۔
2. ذمہ داری والا پہلو(Liability Side) اس حصے میں بینک اپنے ڈپازیٹرز سے رقم وصول کرتا ہے جسے مختلف تمویلی
3. سرگرمیوں میں لگا کر نفع کماتا ہے۔جب ایک آدمی اپنی رقم سودی بینک کے کسی کاروبار میں لگانا چاہتا ہے تو یہ بینک اس سے رقم لے لیتا ہے اور ایک معاہدہ کرتا ہے۔اس کی رو سے یہ بینک ایک خاص مدت میں ایک خاص شرح سے اس آدمی کو نفع دینے کا پابند ہوتا ہے۔ظاہر ہے یہ ایک خالص سودی معاملہ ہے ،اس لیے حرام ہے۔اس کے برعکس جب ایک آدمی کسی اسلامی بینک کے کاروبار میں اپنی رقم لگانا چاہتا ہے تو یہ بینک اسے اپنے کاروبار میں نفع اور نقصان دونوں کی بنیاد شریک کر لیتا ہے۔اگر بینک کو متعلقہ کاروبار میں نفع ہوتو بینک اور وہ آدمی ،دونوں یہ نفع مقررہ شرح کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔اور اگر نقصان ہوتو دونوں اپنے اپنے سرمایے کے تناسب سے

اسے برداشت کرتے ہیں۔یہاں بینک اور کلائنٹ میں ہونے والے معاہدے میں کوئی غیر شرعی چیز نہیں ہے ،اس لیے یہ کاروبار اوراس سے حاصل ہونے والا نفع دونوں جائز ہیں۔یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اسلامی نظامِ معیشت کے پورے اثرات معاشرے پر اسی صورت میں نظر آئیں گے جب غیر سودی بینکاری کی سرگرمیاں مرابحہ اور اجارہ کی بجائے مضاربہ او ر مشارکہ کی بنیاد پر کی جائیں گی ،جو اصل تمویلی طریقے ہیں،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرابحہ اور اجارہ وغیرہ پر مبنی سرگرمیاں ناجائز ہیں۔جب ان سرگرمیوں میں شرعی حدود وقیود کا لحاظ رکھا جائے تو ان کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ان شاء اللہ!وہ دن دور نہیں ،جب اسلامی بینکاری کی سرگرمیاں مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لائی جائیں گی۔تب دنیا اسلامی نظامِ معیشت کی خصوصیات و برکات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرے گی۔[20]

حواشی

---

[1] مفتی محمد تقی عثمانی،سود پر تاریخی فیصلہ،ص203،ن،مکتبہ معارف القرآن کراچی،س،2008۔

Mufti Muhammad Taqi Usmani, soud par Tareekhi fisaila, p. 203, N, Maktaba Maarif al-Qur'an, Karachi, S, 2008.

[2] ایضاً۔

Usmani, soud par Tareekhi fisaila, p. 203, N, Maktaba Maarif al-Qur'an, Karachi, S, 2008.

[3] ایضاً،ص229۔

Usmani, soud par Tareekhi fisaila, p. 229, N, Maktaba Maarif al-Qur'an, Karachi, S, 2008.

[4] ایضاً،ص235۔

Usmani, soud par Tareekhi fisaila, p. 253, N, Maktaba Maarif al-Qur'an, Karachi, S, 2008.

[5] صمدانی،اعجاز احمد، اسلامی بینکاری "ایک حقیقت پسندانہ جائزہ"ص54،ن،ادارہ اسلامیات کراچی،س،2006۔

Samdani, Ijaz Ahmad, Islamic Banking "A ik haqeeqat Pasandana jaiza", p. 54, N, Idara Islamiat Karachi, S, 2006.

[6] اسلامی بینکاری "ایک حقیقت پسندانہ جائزہ"ص63۔

Samdani, Ijaz Ahmad, Islamic Banking "A ik haqeeqat Pasandana jaiza", p. 63

[7] ایضاً۔

Samdani, Ijaz Ahmad, Islamic Banking "A ik haqeeqat Pasandana jaiza", p. 63,

[8] ایضاً،ص98۔

Samdani, Ijaz Ahmad, Islamic Banking "A ik haqeeqat Pasandana jaiza", p. 98,

[9] زحیلی،وہب بن مصطفی،الفقہ الاسلامی وادلہ،ج5،ص3706،ن،دار الفکر بیروت،سطن۔

Zaheili, Wahib bin Mustafa, Al-Fiqh al-Islami Wadlah, Volumul 5, p. 3706, Dar al-Fikr, Beirut, Satin.

[10] اعجاز احمد صمدانی،اسلامی اور سودی بینکاری میں فرق،ص3،ن،مکتبہ کامل پورے گلشن اقبال کراچی،سطن۔

Ejaz Ahmad Samdani, Difference between Islamic and Sudi Banking, p. 3, N, Maktaba Kamil Puro Gulshan Iqbal Karachi, Satan.

[11] ایضاً، ص6۔

Ejaz Ahmad Samdani, Difference between Islamic and Sudi Banking, p. 3, N, Maktaba Kamil Puro Gulshan Iqbal Karachi, Satan

[12] مفتی محمد تقی عثمانی، غیر سودی بنکاری، ص15، ن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، س،1430ھ۔

Mufti Taqi Usmani ,Ghir soudi bank kari Maktaba Maarif Ul Quran karachi 1430

[13] ایضاً، ص16۔

Mufti Taqi Usmani ,Ghir soudi bank kari Maktaba Maarif Ul Quran karachi 1430

[14] https://www.banuri.edu.pk/readquestion.

[15] مروجہ اسلامی بینکاری، تجزیاتی مطالعہ، ص113۔

Muraweja Islami Bank kari , taziyati Mutala Page 113

[16] https://www.urduweb.org/mehfil/threads.

[17] https://www.urduweb.org/mehfil/threads.

[18] آگاہی سیمینار بسلسلہ اسلامی بینکاری اور معاشیات، 25 شعبان المعظم 1429ھ مطابق 28 اگست 2008ء

https://islamic.bankalhabib.com/ur/islamic-banking.

[20] https://ur.wikipedia.org/wiki.